سرگردانی

یا اللہ کی طرف راستہ

سید احمد الحسن یمانی علیہ السلام

امام مہدی علیہ السلام کے سفیر اور وصی

نام کتاب	سر گردانی یا اللہ کی طرف راستہ
مصنف	احمد الحسن علیہ السلام
مترجم	گروہ مترجمان انتشارات انصار امام مہدی علیہ السلام
طبع اول	مئی 2020
ھدیہ	اللهم صلّ علی محمد و آل محمد الائمه و المهديين و سلّم تسليما كثيرا

دعوت مبارک سید احمد الحسن علیہ السلام، یمانی موعود کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے لے لیے نیچے دی گئی ویب سائٹ پہ رجوع کیجیے

www. almahdyoon.org

مکتب سید احمد الحسن یمانی علیہ السلام کا ایڈریس: نجف، مقابل منتدی النشر

فون نمبر: 235092 078002

مکتب نجف کا ایمیل ایڈریس: najafoffice24@ almahdyoon.org

سید احمد الحسن علیہ السلام کا فیس بوک پیج ایڈریس

https://m.facebook.com/Ahmed.Alhasan./10313

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست مطالب

انتساب.. 5

مقدمہ.. 6

بنی اسرائیل کا سر گردان ہونا.. 11

امت اسلام میں سر گردانی.. 21

اسلام اور سیاست اور حکومت.. 39

سر گردانی سے نجات کا راستہ.. 68

نماز 70

دعا.. 72

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر 75

خمس وزکات 78

روزہ 79

صبر 83

تقیہ.. 88

جہاد.. 90

1- مومنین میں فقہ دینی کا پھیلاؤ.. 94

2-امر بالمعروف اور نہی عن المنکر.. 95

3-اسلامی تحریک کا فکری پھیلاؤ.. 99

4- جہاد کے لیے قوتوں کی تیاری 101

انتساب

نبی کریم

اور بے نظیر نظام کے پیشوا

اور موسی بن عمران علیہ السلام کے وصی کو

جنھوں نے بنی اسرائیل کو سر گردانی سے خارج ہونے کی ھدایت کی

ان دو مردوں میں سے ایک جن پر اللہ نے ان پر احسان کیا؛ جہاں فرماتا ہے: «قَالَ رَجُلَانِ مِنَ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيهِمَا ادْخُلُوا عَلَيهِمُ الْبَابَ فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ فَإِنَّكُمْ غَالِبُونَ وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ».[1] (مگر دو انسان جنہیں خدا کا خوف تھا اور ان پر خدا نے فضل و کرم کیا تھا انہوں نے کہا کہ اس دروازے سے ان پر داخل ہو جاؤ اور جب تم دروازے میں داخل ہو گئے تو یقینا غالب آ جاؤ گے اور اللہ پر بھروسہ کرو اگر تم صاحبانِ ایمان ہو)

سید یوشع بن نون علیہ السلام کو

میرے آقا! یہ مسکین اس حقیر چیز کو آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہے؛

پھر ہمارے علوم اور معرفت کے ظرف کو بھر دیں اور ہم پر صدقہ عطا فرما؛

کیونکہ اللہ صدقہ دینے والوں کو جزا دیتا ہے.

---

[1] - مائدہ، 23.

مقدمہ

ستایش اس ذات باری تعالی کے لیے ہے جو کہ فرماتا ہے: «و ما أرسَلْناکَ إلاّ کافَّةً لِلنّاسِ بَشيراً ونذيراً ولكنَّ أكثَرَ النّاسِ لا يعْلَمُونَ * وَيقولُونَ مَتى هذَا الْوَعْدُ إنْ كنْتُمْ صادِقِينَ * قُلْ لَكمْ ميعادُ يوْمٍ لا تَستَأْخِرُونَ عَنْهُ ساعَةً ولا تَستَقْدِمُونَ».[1] (اور پیغمبر ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے صرف بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے یہ اور بات ہے کہ اکثر لوگ اس حقیقت سے باخبر نہیں ہیں * اور کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ قیامت کب پورا ہوگا * کہہ دیجئے کہ تمہارے لئے ایک دن کا وعدہ مقرر ہے جس سے ایک ساعت پیچھے ہٹ سکتے ہو اور نہ آگے بڑھ سکتے ہو)

اے ہمارے رب تمام تعریفیں تمہارے ہی لیے مختص ہیں جو کہ ہمیں اپنے ناقابل واپسی وعدہ، اپنی تیز تلوار، اپنا مارنے والا پتھر، وہ بندہ جسے آپ نے خود خالص (پاک) کردیا اور اپنے دین کی نصرت کے لیے اس سے راضی ہوگئے اور اپنے علم سے اسے منتخب کیا اور اسے گناہوں سے بچایا اور اسے نقص سے دور رکھا اور اسے غیب سے آگاہ کردیا، (اس بندہ کی) پہچان ہمیں عطا کی. وہ بندہ جس پر احسان کیا، اسے رجس اور پلیدی سے طاہر کیا اور ناپاکی سے پاک کرادیا، اس کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور اس کی نصرت کو اپنی نصرت قرار دیا اور انہیں اپنے رسول امیﷺ اور گذشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کے کلام سے اپنے بندوں کو متعارف کرایا؛ اسے تورات، انجیل اور قرآن میں بیان کیا اور اپنے بندوں کو اس کی غفلت برتنے سے منع کیا؛ پاک و پاکیزہ ہو (اے رب)! (آپ نے) ارشاد کیا: «بسمِ‌الله الرحمن الرحيم * وَ يومَ يعَضُّ الظّالِمُ عَلى يدَيهِ يقُولُ يا لَيتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبيلاً* يا وَيلَتي لَيتَني لَمْ أَتَّخِذْ فُلانًا خَليلاً * لَقَدْ أَضَلَّني عَنِ الذِّكرِ بَعْدَ إذْ جاءَني وَ كانَ الشَّيطانُ لِلإنسانِ خَذُولاً».[2] (اس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو کاٹے گا اور کہے گا کہ کاش میں نے رسول کے

---

[1] - سبأ، 28-30.

[2] - فرقان، 27 تا 29.

ساتھ ہی راستہ اختیار کیا ہوتا * ہائے افسوس-کاش میں نے فلاں شخص کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا * اس نے تو ذکر (یاد حق) کے آنے کے بعد مجھے گمراہ کر دیا اور شیطان تو انسان کا رسوا کرنے والا ہی ہے)

یہ تحریر وافر مقدار کا کم اور بہت کچھ کا وہ ناچیز حصہ ہے جو کہ مومنین کے وجود میں سے گزرتا ہے. اس میں ماضی کا کچھ ناچیز حصہ، حال سے کچھ ناچیز حصہ اور مستقبل کی بہت کچھ چیزیں موجود ہیں. ماضی میں نا قابل انکار نصیحتیں موجود ہیں؛ سنت الٰہی جو کہ نا قابل تغییر ہے. خاتم الانبیاءﷺ فرماتے ہیں:

(والذی نفسی بیده لترکبن سنن من کان قبلکم حذو النعل بالنعل و القذة بالقذة حتی لاتخطئون طریقهم ولا یخطئکم سنة بنی اسرائیل).[1] (اس کی قسم جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے، تم لوگ اپنے گذشتہ سنتوں کی تبعیت کریں گے؛ قدم بہ قدم اور منحرف ہوئے بغیر؛ ان کی راہ اور سیرت سے الگ نہیں ہوں گے اور بنی اسرائیل کی سنتیں بھی تم سے جدا نہیں ہوں گے)

یہ تحریر اُس قوم کی داستان ہے جو سر گردانی میں داخل ہو گئی اور اس سے ان کو نجات ملی اور ویسے ہی دوسری قوم جو کہ سر گردانی میں داخل ہو گئی اور بدستور اس میں پھنسی ہوئی ہے؛ اس تحریر میں، راہ نجات کی طرف اشارہ موجود ہے.

میں ایک حقیر، کم عمل اور خطاکار بندہ، اسے تحریر کر رہا ہوں تا کہ ظالموں پر مستضعفین کی ایک فریاد کے طور پر ہو؛ تا کہ مستضعفین کا سرور، تمام خلق کی حجت، اس امت کے مہدی علیہ السلام کی آواز بن جائے اس امت کے ہر مومن مرد اور عورت پر تا کہ انہیں اس کے ذریعے نصرت کریں اور ان کی نصرت سے منہ موڑنے والوں کے لیے حجت تمام ہو جائے؛ چاہے آج، قیام سے پہلے یا کل ان علیہ السلام کے قیام کے بعد.

اللہ عزیز رحیم کریم سے تمنا کرتا ہوں کہ اسے اپنے حجتوں کی ایک حجت کے طور پر صحرائے محشر میں قرار دے. اس اللہ کا شکر جس نے مجھے بنایا، پھر مجھے ہدایت کی. بار الہا مجھے صالحین میں شامل

---

[1] - تفسیر عیاشی، ج 1، ص 303؛ مسند احمد، ج 5، ص 340؛ سنن ترمذی، ج 3، ص 322؛ ہیثمی، مجمع الزوائد میں، ج 7، ص 216 الفاظ میں کچھ کم اختلاف لیکن یکسان مضمون کے ساتھ.

کردے اور قیامت کے دن مجھے شرمندہ مت ہونے دینا؛ جس دن مال اور اولاد کوئی فائدہ نہیں دیں گے، سوائے وہ شخص جو قلب سلیم سے اللہ کے بارگاہ میں پیش ہو جائے.

بارالہا! میری طرف سے یہ ناچیز تحفہ قبول فرمااور صاحب الزمان کو دل سے مجھ سے راضی فرما.
اے میرے مولا، اے صاحب الزمان! اے زمین پر حجت خدا، اے وارث انبیا اور اوصیا، اے مظلوم جس کا حق غصب ہو گیا، اے عزیز! ہم اور ہمارے اہل بیت مصیبت میں دوچار ہو گئے اور کم توشہ کے ساتھ آپ کے ہاں آئے ہیں؛ پھر ہمارے علوم اور معارف کے ظرف کو بھر دیں اور ہمیں صدقہ عنایت فرمائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ صدقہ دینے والوں کو اجر و ثواب عطا فرمائے گا...

جو آپ کے انتظار میں صابر تھا وہ ہلاک ہو گیا، اے شریعت کو حیات دینے والے
قیام فرمائیں کیونکہ ہم میں برداشت ہی نہیں ہے مگر انتہائی کم مقدار میں
پرانا زخم تازہ ہو گیا اور آپ کی دوری (اور ملاقات نہ کرنے پر) شکوہ کرتا ہوں.
فی الحال، تلوار شفا دینے والی ہے اپنے دردمند شیعیوں کے قلوب کو
سب ایک ہی جیسے ہیں، علاج نہیں ہو گا یہ پھنسی ہوئی نفس کو، غلامی کی رسیاں بہت ہو گئیں کب آزاد ہو کر ان سے جا ملیں گے؟
کتنے سارے ہیں دین پر قائم رہنے والے جن کے اونچے ستون ویران ہو گئے
اس کے فروع سے اصول کو، اور اس کے اصول سے فروع کو مأخوذ کیا ہے
جنہوں نے اس کے عظیم تقدس کو پامال کیا، آج اس میں اپنی رائے کے مطابق حکم کرتے ہیں اس شخص کی جگہ جو اس کے ہم قدر اور اس کے کلام کا مخاطب ہے
(آجکل کے علما امام زمان کی بجائے اپنی رائے کے مطابق دین میں حکم کرتے ہیں)
پھر اپنی تیز تلوار کو (نیام سے) باہر نکالیں، اپنے فرمان بردار ارواح کے لیے
کہ اگر ان کو پکارو گے تو سبک بار (آسودہ حال) ہو کر جلد آپ کے پاس آئیں گے حتیٰ اگر بار گراں ہو اپنے خون سے، کربلا میں آپ کے بہترین شیعیوں کے ساتھ ہونے کو طلب کرتا ہوں.

اگر صبر کروگے، کیا چیز تمہارے تلاطم کا سبب بنے گی،

دریا کے کنارے خوفناک واقعہ سے

کیا دیکھتے نہیں ہو کہ ایک مصیبت کے بعد دوسری دردناک مصیبت آتی ہے

حسین مٹی پر آگئے اور دشمن کے گھوڑوں نے ان کی (مبارک) پسلیوں کو مسل دیا

آل امیہ نے انھیں شہید کردیا، انھیں تشنہ لب دریا کے کنارے میں گردن کے خون سے سیراب کردیا، (ان کے ہاتھ خون سے) رنگین ہوگئے کہ جب انھوں نے اپنے شیر خوار بیٹا کے لیے (پانی) مانگا۔

اے غیرت خدا (مہدی)، درخشان ہو جائیں (ظہور فرمائیں)، تعصب کے ساتھ اپنے مضبوط دین کے لیے تمہارا فدائی تلوار کھینچتا ہے اس شخص کے خلاف جو بغاوت کرنا چاہتا ہے اللہ کی فوج اس وسیع زمین کو پر کرنے کے لیے، پکارے گئے.

تاکہ جڑیں اکھاڑ پھینکے حتیٰ کہ شیر خواروں سے جنگ کرنے والوں کے بچوں کو[1]

---

[1] - قصیدہ مشہور اھل بیت سید حیدر حلی رحمہ اللہ کے کچھ ابیات سے مأخوذ ہے ان کے دیوان، ج 1، ص 37 پہ رجوع کیجیے.

مات التصبر فی انتظارک أیها المحی الشریعه/ فانهض فما أبقی التحمل غیر أحشاء جزوعه

قد مزقت ثوب الأسی و شکت لواصلها القطیعه/ فالسیف آن به شفاء قلوب شیعتک الوجیعه

فسواه منهم لیس ینعش هذه النفس الصریعه/ طالت حبال عواتق فمتی تعود به قطیع

کم ذا القعود ودینکم هدمت قواعده الرفیعه/ تنعی الفروع أصوله و اصوله تنعی فروعه

فیه تحکـــم من أباح الیوم حرمته المنیعـه/ من لو بقیمة قدره غالیت ما ساوی رجیعه

فاشحذ شبا غضب له الأرواح مذعنة مطیعه/ أن یدعوها خفة لدعوته وان ثقلت سریعه

واطلب به بدم القتیل بکربلاء فی خیر شیعه/ ماذا یهیجک إن صبرت لوقعة الطف الفظیعه

أتری تجئ فجیعة بأمض من تلک الفجیعه حیث/ الحسین علی الثری خیل العدی طحنت ضلوعه

قتلته آل أمیة ضام إلی جنب الشریعـــه/ و رضیعه بدم الورید مخضب فاطلب رضیعه

غیرة الله اهتفی بحمیة الدین المنیعـــه/ وضبی انتقامک جردی لطلی ذوی البغی التلیعه

ودعی جنود الله علی هذه الأرض الوسیعه/ و استأصلی حتی الرضیع لآل حرب والرضیعه

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع خدا کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ العَالَمِينَ مَالِكِ الْمُلْكِ مُجْرِى الْفُلْكِ مُسَخِّرِ الرِّيَاحِ فَالِقِ الْإِصْبَاحِ دَيَّانِ الدِّينِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

ساری تعریف اللہ کے لئے ہے جو عالمین کا پالنے والا ہے، سلطنت کا مالک، کشتی (وجود) کو چلانے والا، ہواؤں کو مسخّر کرنے والا، فجر کا طلوع کرنے والا، روز جزا کا حکم کرنے والا اور عالمین کا ربّ ہے.

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِى مِنْ خَشْيَتِهِ تَرْعُدُ السَّمَاءُ وَ سُكَّانُهَا وَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَ عُمَّارُهَا وَ تَمُوجُ الْبِحَارُ وَ مَنْ يَسْبَحُ فِي غَمَرَاتِهَا

ساری تعریف اللہ کے لئے ہے جس کے خوف اور ڈر سے، آسمان اور وہاں کے رہنے والے گڑگڑاتے ہیں اور زمین اور اس کے آباد کرنے والے لرزاں ہیں اور سمندروں اور اس کی گہرائیوں میں جو غوطہ ور ہیں لہر بن کر اٹھتے ہیں.

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ الْفُلْكِ الْجَارِيَةِ فِى اللُّجَجِ الْغَامِرَةِ يَأْمَنُ مَنْ رَكِبَهَا وَ يَغْرَقُ مَنْ تَرَكَهَا الْمُتَقَدِّمُ لَهُمْ مَارِقٌ وَ الْمُتَأَخِّرُ عَنْهُمْ زَاهِقٌ وَ اللَّازِمُ لَهُمْ لَاحِقٌ

بار الہا! محمد وآل محمد پر درود بھیج، گہرے سمندروں میں رواں کشتی؛ جو اس پر سوار ہو جائے، در امان ہوں گے اور جو اسے رہا کر دے غرق ہو جائے گا، جو ان سے آگے نکل جائے، دین سے خارج ہوگا اور جو ان سے پیچھے رہ جائے، نیست و نابود ہو جائے گا، اور جو ان کے ساتھ ہیں ان سے ملحق ہوں گے.

بنی اسرائیل کا سرگردان ہونا

اس کے بعد کہ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے ساتھ مصر سے خارج ہوئے، چالیس سال تک صحرائے سینا میں گم اور سرگرداں ہوئے، یہ سرگرداں ہونا اس بات کا نتیجہ تھا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اللہ کے فرمان سے، مقدس سرزمیں (فلسطین) میں داخل ہونے سے انکار کئے اور ویسے ہی ان کے اصلاح اور پلیدیوں سے پاک ہونے کے لیے تھا جو مصر میں فرعون اور اس کے گروہ کی حکمرانی کی وجہ سے، ان کے وجود میں داخل ہوئے تھے. سرگردان ہونے کی کہانی کا قرآن میں ذکر ہے. اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

«وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ اذْكُرُواْ نِعْمَةَ اللّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنبِيَاء وَجَعَلَكُم مُّلُوكاً وَآتَاكُم مَّا لَمْ يُؤْتِ أَحَداً مِّن الْعَالَمِينَ * يَا قَوْمِ ادْخُلُوا الأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللّهُ لَكُمْ وَلاَ تَرْتَدُّوا عَلَى أَدْبَارِكُمْ فَتَنقَلِبُوا خَاسِرِينَ * قَالُوا يَا مُوسَى إِنَّ فِيهَا قَوْماً جَبَّارِينَ وَإِنَّا لَن نَّدْخُلَهَا حَتَّىَ يَخْرُجُواْ مِنْهَا فَإِن يَخْرُجُواْ مِنْهَا فَإِنَّا دَاخِلُونَ * قَالَ رَجُلاَنِ مِنَ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْعَمَ اللّهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُواْ عَلَيْهِمُ الْبَابَ فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ فَإِنَّكُمْ غَالِبُونَ وَعَلَى اللّهِ فَتَوَكَّلُواْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ * قَالُواْ يَا مُوسَى إِنَّا لَن نَّدْخُلَهَا أَبَداً مَّا دَامُواْ فِيهَا فَاذْهَبْ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ * قَالَ رَبِّ إِنِّي لا أَمْلِكُ إِلاَّ نَفْسِي وَأَخِي فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ* قَالَ فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ فَلاَ تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ»[1]

(اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ بھائیو تم پر خدا نے جو احسان کئے ہیں ان کو یاد کرو کہ اس نے تم میں پیغمبر پیدا کیے اور تمہیں بادشاہ بنایا اور تم کو اتنا کچھ عنایت کیا کہ اہل عالم میں سے کسی کو نہیں دیا

---

[1]- مائدہ 20—26.

تو بھائیو! تم ارض مقدس میں جسے خدا نے تمہارے لیے لکھ رکھا ہے چل داخل ہو اور (دیکھنا مقابلے کے وقت) پیٹھ نہ پھیر دینا ورنہ نقصان میں پڑ جاؤ گے وہ کہنے لگے کہ موسیٰ! وہاں تو بڑے طاقتور لوگ (رہتے) ہیں اور جب تک وہ اس سرزمین سے نکل نہ جائیں ہم وہاں جا نہیں سکتے ہاں اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم جا کر داخل ہوں گے* جو لوگ (خدا سے) ڈرتے تھے ان میں سے دو شخص جن پر خدا کی عنایت تھی کہنے لگے کہ ان لوگوں پر دروازے کے رستے سے حملہ کر دو جب تم دروازے میں داخل ہو گئے تو فتح تمہارے ہے اور خدا ہی پر بھروسہ رکھو بشرطیکہ صاحبِ ایمان ہو* وہ بولے کہ موسیٰ! جب تک وہ لوگ وہاں ہیں ہم کبھی وہاں نہیں جا سکتے (اگر لڑنا ہی ضرور ہے) تو تم اور تمہارا خدا جاؤ اور لڑو ہم یہیں بیٹھے رہیں گے* موسیٰ نے (خدا سے) التجا کی کہ پروردگار میں اپنے اور اپنے بھائی کے سوا اور کسی پر اختیار نہیں رکھتا تو ہم میں اور ان نافرمان لوگوں میں جدائی کر دے* خدا نے فرمایا کہ وہ ملک ان پر چالیس برس تک کے لیے حرام کر دیا گیا (کہ وہاں جانے نہ پائیں گے اور صحرا کی) زمین میں سرگرداں پھرتے رہیں گے تو ان نافرمان لوگوں کے حال پر افسوس نہ کرو)

بنی اسرائیل سرگرداں ہونے سے پہلے مصر کی سرزمین میں آباد تھے. بنی اسرائیل میں سے سب سے پہلا شخص جو مصر میں قیام پذیر ہوا وہ حضرت یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب علیہما السلام کا بیٹا تھا. اس کے بعد کے جبر اور ان کے میل کے خلاف مصر کے فرعونوں میں سے ایک فرعون کے حکم پر خزانہ کا وزیر مقرر ہوا اپنے والد اور بھائیوں سے درخواست کی تاکہ وہ مصر میں منتقل ہو جائیں. اس وقت کے بعد اسرائیل یا وہی اللہ کا نبی حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد، صحرا نشینی کی زندگی کو جس میں چرواہے کے کام اور جانوروں کی دیکھ بال میں مصروف تھے، چھوڑ دیئے اور مصر میں، شہری زندگی کی طرف نقل مکان کر گئے.

اس وقت کے بعد اللہ کا رسول حضرت یعقوب علیہ السلام کے نوادگان مصر میں رہائش پذیر ہوئیں اور لوگوں کو توحید اور حق پرستی کا آئین اور بتوں کی پوجا کرنے سے روکنے اور فرعون کو خدا سمجھنے سے انکار کرنے کی دعوت دیتے رہے؛ کبھی یہ دعوت آشکار اور کبھی خفیہ طور پر ہوتی تھی اور ہر دن مصر میں بنی اسرائیل کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا.

حق پرستی کی طرف دعوت، آہستہ آہستہ ستم گر حکمرانوں کے منافع سے ٹکراؤ پیدا کئۓ اور ان کی سلطنت ہاتھ سے جانے اور ان کی دنیوی حکمرانی بنی اسرائیل کے عظیم الشان نبیوں کو ملنے کی سوچ ان کے دلوں میں وحشت اور خوف کا بیج بو دیا؛ اس لیے، انھوں نے بنی اسرائیل کے خلاف مختلف اقسام کے شدید شکنجے اور دھمکیوں کے سلسلے شروع کر دیئے: ان کو ذلیل کر دیا، ان کو ضعیف و حقیر بنایا، ان کی اولاد کو مار ڈالا اور عبادات اور شعائر الٰہی کے انجام سے روک دیا. تمام ممکن وسائل سے کوشش کی تاکہ آئین توحید کی تعلیم کو نسبت و نابود کر دیں اور مصریوں اور بنی اسرائیل کو اللہ اور اس کے آئین سے شرک اور کفر کرنے کی طرف اور فرعون کی اطاعت اور جس پہ حکم کرتا تھا مجسموں اور تصویروں کی پوجا کرنا اور مومنین کی قتل پر مجبور کرے. اگر انتظار کا یقین جو کہ نبیوں نے بنی اسرائیل کے دلوں میں بو دیا تھا کہ خلیفہ منتظر آئۓ گا اور فرعون و ہامان اور ان کے فوجیوں پر غلبہ پائۓ گا، بنی اسرائیل کے درمیان نہ ہوتے، کوئی بھی مومن شخص باقی نہ رہتا اور کبھی اس منجی کے اردو گرد جمع نہیں ہوتے: لیکن بدبختانہ اس منجی سے ان کی حمایت صرف ایک مستضعف گروہ کو ایک کمانڈر کے ارد گرد جمع ہونے کی حد میں تھا جس سے طاغوت کے ظلم سے چھٹکارا حاصل کرنے کے توقع رکھتے تھے. اس بات سے غافل تھے کہ یہ منجی، ایک عظیم الشان نبی ہے جو بھیجا گیا ہے تاکہ ان کو دوسری بار کے لیے تزکیہ (پاک) کرے اور ان کے نفوس کی تطہیر کرے اور توحید و یگانہ پرستی کی دین اور اس کی تعلیم کو جو بوسیدہ ہونے والے (سڑنے والا) تھی پھر سے پھیلا دے.

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آیات اور واضح نشانیوں کیساتھ بھیجا گیا، لیکن فرعون و ہامان اور بنی اسرائیل میں سے ان کے طاقتور فوج مثال کے طور پر قارون، مغرور ہو گئۓ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کو گمراہ کرنے اور انہیں اذیت و آزار دینے کا سلسلہ جاری رکھا. اللہ تعالی کا ارشاد ہے: «وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَى بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُّبِينٍ * إِلَى فِرْعَوْنَ و هَامَانَ و قَارُونَ فَقَالُوا سَاحِرٌ كَذَّابٌ * فَلَمَّا جَاءَهُم بِالْحَقِّ مِنْ عِندِنَا قَالُوا اقْتُلُوا أَبْنَاءَ الَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ وَاسْتَحْيُوا نِسَاءَهُمْ و مَا كَيْدُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ * و قَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُونِي أَقْتُلْ مُوسَى وَلْيَدْعُ رَبَّهُ إِنِّي أَخَافُ أَن يُبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ أَن يُظْهِرَ

فِي الْأَرْضِ الْفَسَادَ * و قَالَ مُوسَى إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي و رَبِّكم مِّن كلِّ مُتكبِّرٍ لَّا يؤْمِنُ بِيوْمِ الْحِسَابِ».[1]

(اور ہم نے موسٰی کو اپنی نشانیوں اور روشن دلیل کے ساتھ بھیجا ہے*فرعون اور ہامان اور قارون کی طرف توانھوں نے کہا کہ یہ تو جادو گر ہے جھوٹا * غرض جب وہ ان کے پاس ہماری طرف سے حق لے کر پہنچے تو کہنے لگے کہ جو اس کے ساتھ (خداپر) ایمان لائے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کردو اور عورتوں کو زندہ رہنے دو۔ اور کافروں کی تدبیریں بیٹھکانے ہوتی ہیں * اور فرعون بولا کہ مجھے چھوڑو کہ موسیٰ کو قتل کردوں اور وہ اپنے پروردگار کو بلالے۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ (کہیں) تمہارے دین کو نہ بدل دے یا ملک میں فساد (نہ) پیدا کردے * موسیٰ نے کہا کہ میں ہر متکبر سے جو حساب کے دن (یعنی قیامت) پر ایمان نہیں لاتا۔ اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ لے چکا ہوں)

اس مرحلے کے بعد، اللہ کی وسیع زمین پر ہجرت کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں تھا. حضرت موسی علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے ساتھ مصر سے اللہ کے راستے میں ہجرت کا آغاز کردیا؛ لیکن فرعون اس مستضعف گروہ کو رہا اور اپنی طاقت اور قبضے سے باہر نہیں دیکھنا چاہتا تھا، اس لیے اپنی فوج کے ساتھ ان کا پیچھا کیا. اللہ کے عظیم امتحان کا وقت آ پہنچا۔ دریائے نیل بنی اسرائیل کے سد باب کی وجہ بننا تھا اور پیچھے سے فرعون کے فوجیوں کی سیاہی نمایاں ہونے لگی؛ وہ خوفزدہ ہوگئے اور سوچنے لگے کہ پھنس گئے ہیں اور بھول گئے کہ جس شخص نے انہیں اس مکان پہ ہدایت کی وہی عظیم نبی ہے جو اللہ سبحان کی جانب سے بھیجا گیا ہے. حضرت موسی علیہ السلام اس عبارت سے ان کو آگاہ کیا کہ وہ اللہ کی طرف ہجرت کر رہے ہیں:

«قالَ كلاّ إِنَّ مَعِى رَبّى سَيهْدِينِ».[2] (موسیٰ نے کہا ہرگز نہیں میرا پروردگار میرے ساتھ ہے وہ مجھے رستہ بتائے گا)

اللہ تعالی نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ اپنے عصا کو دریا پہ مارو؛ دریا دو حصوں میں تقسیم ہوگیا؛ کیونکہ دریا اللہ کی مخلوقات میں سے ہے اور کبھی بھی اس بندہ مخلص کا سد باب نہیں بنے گا جس کی توکل

---

[1] - غافر، 23-27.

[2] - شعراء، 62.

پوری اللہ پر ہے. دریا کا پانی کبھی اس عظیم ایمانی لہر کا سد باب نہیں بنے گا. دریا کا پانی کبھی حضرت موسی علیہ السلام کا سد باب نہیں بنے گا کیونکہ وہ ایک انسان ہے اور جو چیز زمین میں ہے اُس انسان کی خدمت میں ہے جو کہ اللہ کی پہچان اور معرفت حاصل کرنے میں مخلوقات سے سب سے زیادہ طاقتور ہے؛ لیکن اگر (انسان) شیطان کی اطاعت کرنے لگے، خارے پتھر سے بھی زیادہ سخت اور نادان ہو جائے گا؛ اگرچہ ممکن ہے کہ سخت پتھر کے دل سے چشمہ پھوٹ پڑے اور اللہ کے خوف سے خاشع ہو جائے.

یہ آخری معجزہ اور نشانی تھی جو فرعون اور اس کے فوجیوں نے حضرت موسی علیہ السلام سے دیکھی تھی؛ لیکن ان کے دل پتھر سے بھی زیادہ سخت تھے. ایک لمحے کو بھی رُکے نہیں کہ سوچ سکیں دو پانی کے پہاڑوں کے درمیان، تکبر اور عناد سے لبریز دلوں کے ساتھ چلنے لگے اور غرق اور نابود ہو گئے.

بنی اسرائیل دریا کے درمیان سے ہی دریا کو عبور کر گئے اور نجات پا گئے اور اپنے آپ کو ایک خشک اور بے آب و علف صحرا میں پایا وہ بھی دریائے نیل کے زرخیز درہ میں رہنے کے بعد! اما حضرت موسی علیہ السلام ان کے لیے بشارت اور حکم الٰہی لیکر آ گئے تاکہ سرزمین مقدس میں داخل ہو جائیں اور اللہ کی جانب سے انھیں مدد کا وعدہ بھی سنایا گیا ان تمام آیات، معجزات اور نشانیوں سے جو مصر میں انھوں دیکھے تھے اور دریائی پانی کا شق ہونا اور فرعون اور اس کی فوجیوں کا غرق ہونا، توقع یہ تھی کہ بنی اسرائیل ذرہ بھر اس فرمان سے اطاعت کرنے میں تردید یا خلاف ورزی نہیں کریں گے اور نصرت اور فتح کے وعدہ پر پورا یقین رکھیں گے؛ لیکن انھوں نے خلاف ورزی کی اور سرزمین مقدس میں داخل ہونے سے انکار کیا.

شاید ان کی نافرمانی کے اہم تریں وجوہات یہ ہیں:

1- نبوت اور حضرت موسی علیہ السلام کی رسالت پہ ان کے ایمان کا سست ہونا؛ بلکہ ان کے اکثر لوگ آنحضرت علیہ السلام کو محض ایک کمانڈر کی حیثیت سے دیکھتے تھے تاکہ ایک عظیم الشان نبی حتیٰ کہ کچھ لوگ ان کے فرامین کو قبول کرنے سے انکار کرنے لگے.

2- تقویٰ اور خوف خدا میں سستی، جو کہ سرپیچی اور بے مہابا گناہ کرنے کا سبب بنے.

3- ضعیف النفس ہونا اور مستبدین سے خوف رکھنا اور ان کے سامنے تسلیم اور خاضع ہونا، ظلم سہنے پہ عادی ہونا اور نہایتاً اللہ کے راستے میں جہاد کو ترک کرنا.

4- آخرت سے زیادہ دنیاوی زندگی کی طرف توجہ کرنا جو ان کے دلوں میں حُبِ دنیا رسوخ کرنے کا سبب بنا اور دنیا سے حد سے زیادہ متمسک ہونا (تعلقات قائم کرنا) آجکل کے کچھ مسلمانوں کی مانند.

5- ان کے درمیان خودپسندی کا رائج ہونا؛ اس طرح کہ ان کے بعض لوگ اپنے آپ کو موسیٰ و ہارون علیہما السلام سے برتر ماننے لگے اور ان کی حکمرانی کے ماتحت نہیں دیکھتے تھے. جس طرح کہ توریت سفر اعداد کی سولہویں اصحاح میں آیا ہے: (اور قورح بن یصهار بن قهات بن لاوی اور داتان اور ابیرام الیاب کے بیٹے اور اون بن فالت رؤبین کے بیٹے 2 بنی اسرائیل کے کچھ افراد، یعنی دو سو پچاس شخص جماعت کے سرداروں سے جو کہ منتخبین شورا اور معروف مردوں میں سے تھے، موسی کے محضر میں آئے 3 اور موسی و هارون کے سامنے جمع ہوئے، ان کو کہے: آپ اپنے حد سے تجاوز کرتے ہیں، کیونکہ یہ کل جماعت ہر ایک مقدس ہے اور اللہ ان کے درمیاں ہے. پھر کیوں اپنے آپ کو اللہ کی جماعت سے بالاتر سمجھتے ہیں؟ 4 اور جب موسی نے یہ بات سنی، غصہ ہو گئے.... 12 اور موسی نے (بندہ) بھیجا کہ داتان اور ابیرام الیاب کے بیٹے کو بلالائے. انھوں نے کہا: ہم نہیں آئیں گے! 13 کیا یہ کم تھا کہ ہمیں اس سرزمین سے باہر نکال لائے ہو جس میں دودھ اور شہد جاری تھے تا کہ ہمیں صحرا میں ھلاک کردے (اور) ابھی اپنے آپ کو ہم پر حکمران بنانا چاہتے ہو؟...)

قرآن میں، اس معنی کے قریب ایک متن آیا ہے.

بیان کرتا ہوں کہ حبِ نفس اور غرور، ایک اخلاقی آفت ہے جو کہ بہت سارے انسانوں کو ہلاک اور جہنم کی گہرائیوں (ھاویہ) میں لے جاتے ہیں. اور بہت جگہوں پر شیطان غرور کے ذریعے بنی آدم کو گمراہ کرنے کا اپنا وعدہ پورا کرتا ہے! بہت ساری صورتوں میں، تکبر، لوگوں کا نبیوں علیہم السلام کی تایید اور اطاعت سے روگردان ہونے کا اصلی سبب بنا. زیادہ تر لوگ جو انبیا و اوصیاء علیہم السلام سے غرور کرتے ہیں، مالداروں طاقتوروں اور قوم کے بزرگوں میں سے ہیں. اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: « وَما أَرْسَلْنا في‏ قَرْيَةٍ مِنْ

نَذيرٍ إِلاّ قالَ مُتْرَفُوها إِنّا بِما أُرْسِلْتُمْ بِهِ كافِرُونَ»[1] (اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوش حال لوگوں نے کہا کہ جو چیز تمہیں اس کیلئے بھیجے گئے ہو ہم اس کے قائل نہیں)

جو اپنے آپ کو انبیاء و اوصیاء علیہم السلام اور امور دنیا و آخرت کے لیے اللہ کی جانب سے چنُے گئے ہر ہادی سے برتر سمجھتے ہیں اور اللہ کی جانب سے جو چیزیں ان کو عطا ہوئیں اُس پر حسد کرتے ہیں. اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:«أَمْ يَحْسُدُونَ النّاسَ عَلى ما آتاهُمُ اللّهُ مِنْ فَضْلِهِ فَقَدْ آتَينا آلَ إِبْراهيمَ الْكِتابَ والْحِكْمَةَ واتَيناهُمْ مُلْكا عَظيمًا * فَمِنْهُمْ مَنْ آمَنَ بِهِ ومِنْهُمْ مَنْ صَدَّ عَنْهُ وَ كَفى بِجَهَنَّمَ سَعيراً»[2] (یا جو خدا نے لوگوں کو اپنے فضل سے دے رکھا ہے اس کا حسد کرتے ہیں تو ہم نے خاندان ابراہیم علیہ السلام کو کتاب اور دانائی عطا فرمائی تھی اور سلطنت عظیم بھی بخشی تھی * پھر لوگوں میں سے کسی نے تو اس کتاب کو مانا اور کوئی اس سے رکا (اور ہٹا) رہا تو نہ ماننے والوں (کے جلانے) کو دوزخ کی جلتی ہوئی آگ کافی ہے)

جو مطالب بیان ہوئے اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ بنی اسرائیل جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خارج ہوئے تھے ان کے دلوں میں بہت زیادہ اخلاقی زوال پیدا ہوا تھا اور ان کا سر گردان رہنا، ایک سزا تھی جس میں اللہ تعالیٰ نے ان کو سرزمین مقدس میں داخلہ کی خلاف ورزی کرنے پر مبتلا کیا، یہ اس رو سے ضروری اور ناگزیر تھا تا ان کے دل پاک ہو جائیں اور توحید کی اصل کی طرف رجوع کریں اور ٹھیک ہو جائیں۔

اس چالیس سالہ سر گردانی میں، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خارج ہوئے ان میں سے ایک نئ نسل اور نوادگاں صحرا میں پروان چڑھی؛ ان کے پاس کوئی جگہ اور مکان رہنے کے لیے یا دنیا کے زرق و برق نہیں تھے جسے دل لگاتے. دوسری جانب سے، کوئی بھی جبر کے ماتحت نہیں ہوئے تا کہ شدید اذیت اور شکنجے میں آ جائیں اور خوف و وحشت کے بیج ان کے دلوں میں بوئیں۔ وہ آزادی مطلق میں پروان چڑھے اور آزادی کے محب بنے. شاید وہ معجزات جو سر گردانی کے دوران دیکھتے تھے ان کے روحانی

---

[1] - سبا، 34.

[2] - النساء، 54-55.

تربیت اور اعتقاد اور بلند ایمان پر گہرا اثر رکھتے تھے. سر گردانی کے دوران ایسی مومن، طاقتور، دلیر اور شائستہ نسل، جو کہ رسالت الٰہی کی ذمے داری نبھانے کے لیے، اور ان کی پھیلاؤ اور ستمگروں سے جنگ کی تیاری اور اللہ کی راہ میں جہاد اور سرزمین مقدس میں داخل ہونے کیلئے، پڑواں چڑھی.

اسی طرح وہ دلیل واضح ہو جائے گی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے آبا و اجداد پر توجہ کی اور اولوالعزم نبیوں میں سے ایک عظیم نبی یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیج دیا۔ اگرچہ ان میں سے اکثر لوگ فاسق تھے اور رسالت الٰہی کی ذمے داری نبھانے کے قابل نہیں تھے. جو لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ (شہر سے) خارج ہوئے، سبھی اس سر گردانی میں ہلاک ہوگئے اور مِٹ گئے اور کالب و یوشع علیہما السلام کے علاوہ ان میں سے کوئی باقی نہ رہا، تاکہ حضرت یوشع علیہ السلام ان کے بیٹوں اور پوتوں کو سرزمین مقدس میں داخل ہونے اور جابروں پر فتح کے لیے ہدایت کرے.

بنی اسرائیل کی سر گردانی کا نتیجہ، سزا کے علاوہ، ایک اصلاحی انقلاب تھا؛ اس کا اصلی ہدف، اصلاح اور بنی اسرائیل کی تربیت تھا تاکہ ظلم و فساد سے رو گردان ہو جائے اور جابروں اور طاغوت سے تبعیت نہ کریں، وہ بھی اس کے بعد کہ ان (جابروں) کے احکام پر مطلقاً تسلیم ہو گئے اور اس خراب حالات کو بدلنے کے لیے مصر میں کوئی بھی تحریک نہیں چلائی. سر گردانی کی جگہ بہت دور (اور پسماندہ) واقع ہونے کی وجہ سے بڑے اثر کی حامل تھی؛ اس طرح کی جگہ میں انسان اللہ کی پناہ لیتا ہے. اس پر توکل کرتا ہے اور ان کی ولایت کی جستجو کرتا ہے. اللہ کا ذکر جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے موثر تھا، ویسی ہی بنی اسرائیل کی اصلاح اور رسالت الٰہی کی ذمہ داری نبھانے کے لیے ان کو تیار کرنے میں بڑا اثر رکھتا تھا یہ الٰہی وجود (حضرت موسیٰ علیہ السلام) جو کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے لیے اور اپنی دین کی نصرت کے لیے چنا تھا، جیسے کہ قرآن میں خبر دی گئی ہے.[1] جب فرعون کے قصر میں وارد ہوا. یکہ و تنہا اللہ کی راہ میں جہاد

---

[1]۔ آنحضرت علیہ السلام اشارہ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کے اس کلام پہ:«وَ اصطَنَعْتُک لِنَفْسی ❁ اذْهَب أنت وَ أخُوک بِآیاتِی وَ لا تَنِیا فی ذِکری ❁ اذْهَبَا إلی فِرْعَوْنَ إنَّهُ طغَی» (اور میں نے آپ کو اپنے لیے اختیار کیا ہے۔ لہٰذا آپ

کیا، مظلوموں کی مدد کی اور متکبروں کے سامنے کھڑا ہو گیا. اس وقت جب قدرت ان کے ہاتھ میں نہیں تھا (طاقتور نہیں تھا)، ستمگروں میں سے کسی ایک کو مار ڈالا. اس بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے:«وَدَخَلَ الْمَدِينَةَ عَلَى حِينِ غَفْلَةٍ مِّنْ أَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ هَذَا مِن شِيعَتِهِ وَهَذَا مِنْ عَدُوِّهِ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِن شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ فَوَكَزَهُ مُوسَى فَقَضَى عَلَيْهِ قَالَ هَذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِينٌ»[1] (اور موسٰی شہر میں اس وقت داخل ہوئے جب لوگ غفلت میں تھے تو انہوں نے دو آدمیوں کو لڑتے ہوئے دیکھا ایک ان کے شیعوں میں سے تھا اور ایک دشمنوں میں سے تو جو ان کے شیعوں میں سے تھا اس نے دشمن کے ظلم کی فریاد کی تو موسٰی نے اسے ایک گھونسہ مار کر اس کی زندگی کا فیصلہ کر دیا اور کہا کہ یہ یقینا شیطان کے عمل سے تھا اور یقینا شیطان دشمن اور صریح گمراہ کرنے والا ہے)

لیکن ان علیہ السلام کی یہ بات «هَذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ » (یہ شیطانی فعل تھا) شاید مطلب وہ عمل ہو جس کی خاطر قتل انجام پایا اور شاید ان کا مطلب مقتول شخص خود ہو؛ یہ شخص، شیطانی فعل ہے کیونکہ جس نے اس شخص کی فطرت توحیدی اور پاک کو آلودہ (ناپاک) کیا ہے، وہی شیطان ہی تھا.

اس واقعے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے خارج ہو گئے جبکہ اپنے ایمان پر مضطرب تھا، اللہ تعالیٰ کی رحمت کا منتظر تھا اور اللہ سے عہد کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جتنا طاقت اور ایمان اور ہدایت ان کو عطا کی ہے، کبھی بھی کسی بھی ستمگر کو ظلم کرنے پر، حتیٰ اپنی خاموشی کے ذریعے، مدد نہ کردے. پھر اللہ کی طرف ہجرت کی جبکہ پست اور بے ارزش اور چمکدار اور پر کشش مادی دنیا کو جو فرعون کی محل میں موجود تھی، تقدیر پر راضی ہو کر، ترک کر دیا؛ اللہ تعالی کا انھیں (حضرت موسیٰ علیہ السلام کو) ایک عظیم نبی یعنی حضرت شعیب علیہ السلام سے ملوانا اور انھی کی بیٹیوں میں سے ایک سے شادی کروانا اور دس سال اس

اور آپ کا بھائی میری آیات لے کر جائیں اور دونوں میری یاد میں سستی نہ کرنا۔ دونوں فرعون کے پاس جائیں کہ وہ سرکش ہو گیا ہے) طٰہ 41-43.

[1] - قصص 15.

نبی کے ساتھ بسر کروانے اور ان کے بھیڑوں کی دیکھ بال کو ان کی روزی قرار دینا یہ ان چیزوں میں سے تھیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے چن رکھیں تھیں.

پھر اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ ان علیہ السلام کو اپنی غیبت کے بعد، مصر میں اپنی قوم کی طرف پلٹا دے تا کہ ان کو اندھیرے سے روشنی کی طرف اور غلامی سے آزادی کی طرف ہدایت کرے اور جس طرح اشارہ ہوا، ان سے ایک صالح اور خداجو نسل اور رسالت الٰہی کی ذمہ داری نبھانے والے، تربیت فرمائے. اگر رحمت اور فضل الٰہی نہیں ہوتا اور اگر یہ مقدس وجود یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نہیں ہوتے کہ جنھیں اللہ نے منتخب اور انہیں تزکیہ (پاک) کیا، یہ آزاد بیٹوں کے گروہ جو اللہ تعالی کے سامنے متواضع تھے ان والدین سے جو فرمان الٰہی سے سرکشی (مخالفت) کرتے تھے، پیدا نہیں ہوتے تھے.

امت اسلام میں سرگردانی

رسول اللہ محمد بن عبد اللہ ﷺ کی وفات کے بعد امت اسلام راستہ کھو بیٹھے؛ (اس وقت سے راستہ کھو بیٹھے) جب ابو بکر اور منافقین کا ایک گروہ رسول اللہ ﷺ کی جانشینی کو غصب کرنے اور اس پر مسلط ہونے پر اقدام کیا اور صحابہ میں سے اکثر وصی و جانشینِ رسول ﷺ اور اللہ کے برگزیدہ یعنی حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کی مدد کرنے سے روگردان ہوئے. علی ابنِ ابی طالب وہی شخص تھے جو رسول اللہ ﷺ، اللہ تعالی کے حکم سے مومنین پر امیر اور غدیر خم میں حجۃ الوداع کے دوران رب العالمین کے رسول کا خلیفہ کے طور پر چُنے گئے تھے. ان لوگوں نے صرف یہ نہیں کہ «لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ» کا پیغام پہنچانے کے لیے امام علی علیہ السلام کے واضح حق کو اور انسانیت کا حق ادا نہیں کیا بلکہ اس سے بھی زیادہ گستاخ ہوئے یہاں تک کہ عمر بن خطاب اور منافقین کا ایک گروہ رسول اللہ ﷺ کی یگانہ بیٹی حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کے گھر کو آگ لگانے جیسا گستاخانہ قدم اٹھا بیٹھے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی محبت اور امام حسن و حسین اور امام علی علیہم السلام کی محبت کو قرآن میں واجب قرار دیا ہے. اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: «قُلْ لاأَسْئَلُكُمْ عَلَيهِ أَجْرًا إِلاَّ الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبى»[1] (آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس تبلیغ رسالت کا کوئی اجر نہیں چاہتا علاوہ اس کے کہ میرے اقربا سے محبت کرو)

ابو بکر کی جبری بیعت کرنے کے تحت اور حضرت امام علی علیہ السلام کو اُن گھر سے باہر نکالنے کی عمر کی سازش بیہودہ ثابت ہوئی، اسی لیے حضرت زہرا علیہا السلام کے گھر پر حملہ کیا گیا اور ان کا پہلو شکستہ کیا، ان کا بچہ سقط ہوا اور ان کے سینہ مبارک میں کیل پیوست ہو کر رہ گیا؛ جبکہ یہ وہ ہستی تھی کہ جن کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (أم ابيها وبضعة منى ويرضى الله لرضاها ويغضب الله لغضبها و

---

[1] - شورا، 23.

سيدة نساء العالمين من الأولين والآخرين)[1] (وہ اپنے باپ کی ماں اور میری جسم کا ٹکرا ہے اللہ ان کی راضی ہونے پر راضی اور ان کی غصہ ہونے پہ غضبناک ہوتا ہے وہ سیدہ نساء العالمین ہے، پہلے سے لیکر ان کے آخر تک)

اس کے بعد کے مسلمانوں نے قدم با قدم بنی اسرائیل کے اُسی راستے پر چلنا شروع کر دیا. سر گردانی کا راستہ، اسی یہودی راستے پر گامزن ہو گئے. رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (والذى نفسى بيده لتركبن سنن من كان قبلكم حذو النعل بالنعل والقذة بالقذة حتى لاتخطئون طريقهم ولا يخطئكم سنة بنی اسرائیل)[2] (اس کی قسم جو میری زندگی ان کے ہاتھوں میں ہے، پچھلے سنتوں کی تبعیت کریں گے، قدم پہ قدم اور منحرف ہوئے بغیر ان کی راہ اور سیرت سے جدا نہیں ہوں گے اور بنی اسرائیل کی سنتیں بھی آپ سے جدا نہیں ہوں گے)

جب سے یہ امت اپنا ثمرہ کھو بیٹھی ہے، اپنے دشمنوں سے ہم پیمان ہو گئی اور اپنے امام و رہبر سے دشمنی کرنے لگی ہے اور اپنے ربّ کو غضبناک کیا، وقت گزرنے کے بعد سر گردانی اور نقصان کی طرف چلنے لگی۔ اور آج یہ صحرا کے دل تک آ پہنچی ہے. معاویہ و زیاد سے لے کر یزید و ابن زیاد تک اور مسلم بن عقبہ سے مروان و عبد الملک اور اس کے بیٹوں تک اور حجاج سے خونخوار بنی عباس تک اور منصور دوانقی و ہادی و مہدی و گمراہ رشید سے امین و مامون و غیر مامون تک اور متوکل شیطان و غیرہ و غیرہ... کتنا ہولناک سفر ہے! جس سے امت اسلامی گزر گئی. اس فاصلے میں کتنے سارے شہروں کی حرمت

---

[1] - رجوع کریں. اسد الغابۃ ابن اثیر، ج 5، ص 520؛ مسند احمد، ج 4، ص 5؛ صحیح بخاری، ج 4، ص 210؛ صحیح مسلم، ج 7، ص 141؛ سنن ترمذی، ج 5، ص 360؛ فضائل الصحابہ نسائی، ص 87؛ سنن کبری بیہقی، ج 10، ص 210؛ استیعاب ابن عبد البر، ج 4، ص 1895؛ ذخائر العقبی، ص 43؛ تاریخ دمشق، ج 42، ص 134؛ اصابۃ، ج 8، ص 102 اور دوسرے منابع دونوں گروہوں سے جس میں فضایل حضرت فاطمہ زہرا (س) ذکر ہیں.

[2] - تفسیر عیاشی، ج 1، ص 303؛ مسند احمد، ج 5، ص 340؛ سنن ترمذی، ج 3، ص 322؛ ھیثمی مجمع الزوائد میں، ج 7، ص 216 الفاظ میں کم اختلاف اور یکسان مضموں کے ساتھ.

پامال ہو گئی اور عزیز لوگوں کی شہادت ہوئی اور کتنی ساری عورتوں کی عفت و عزت پامال ہوئی۔ اسی دوران حتیٰ کہ رسول خداﷺ کا شہر (مدینہ منورہ) اور کعبہ مکرمہ بھی اس تجاوز کاروں کے ہاتھوں سے در امان نہیں رہے (یزید ملعون، مسلم بن عقبہ ـــ یہ خونخوار قاتل۔ کو مدینہ بھیجا، اور اس نے دس ہزار مسلمانوں کو قتل کیا جن میں سات سو صحابی رسول بھی تھے. ہزار دوشیزاؤں کو زیادتی کا نشانہ بنایا لیکن صرف ان سب قتل و غارت گری پہ اکتفا نہیں کیا۔ اس کے بعد کعبہ شریف کا قصد کرتے ہوئے مکہ کی طرف چل نکلا لیکن راستے میں اصحاب فیل کے انجام میں گرفتار ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اسے نیست و نابود کر دیا). [1]

بہت سارے آزاد مَردوں کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور نیکوکار لوگوں کا قتل عام کیا گیا۔ ان میں سے بہت سارے زندانوں میں اور تنگ و تاریک سردابوں میں ایام گزارنے پر مجبور کئے گئے۔ زندان بھی ایسا کہ جس میں دن و رات کا پتہ لگانا ناممکن تھا. جو کچھ بنی امیہ اور بنی عباس نے مسلمانوں کے ساتھ سلوک کیا وہ بہت خوفناک و وحشت ناک تھا اور یہ سب تو فسق و فجور و کفر اور دین سے خارج ہونے کی کہانی ہے جو کہ بہت حیرت آور ہے!

مسعودی ان ہی میں سے ایک (یعنی ولید بن یزید بن عبد الملک کے بارے میں جو سونے کے کپڑے زیب تن کرتا تھا) کہتا ہے: «ایک محفل میں، عائشہ کا بیٹا اچھی آواز میں اس کو گانا سنا رہا تھا. جب ولید خوشی سے مست ہوا اور اس پہ وجد طاری ہوا تو اس کو کہا: بہت خوب اے آدمی! تمہیں عبد شمس کی قسم دیتا ہوں کہ ایک بار اور مجھے سناؤ اور جب اس آدمی نے پھر سنایا تو (ولید نے) کہا: تمہیں امیہ کی قسم! پھر سے دہراؤ. بھی دہرایا... پھر ولید نے اس آواز خواں کو کہا: لیٹ جاؤ اور یہاں تک کہ اس کے جسم کا

---

[1] - انہوں علیہ السلام نے واقعہ «حرہ ی دامیہ» جو 28 ذی الحجہ سنہ 64 ھجری میں رونما ہوئی، اشارہ فرمایا ہے یزید تین دنوں کے لیے رسول اللہ ﷺ کے شہر کو مباح قرار دیا اور جو قتل و زیادتی واقع ہوئی اس کے تفاصیل ذکر کرنے سے زبان قاصر ہے. جو لوگ اس بارے میں جاننا چاہتے ہیں ان کتب کی رجوع کریں جس میں اس واقعے کی تفصیلات موجود ہیں. جس طرح انہوں علیہ السلام نے اشارہ فرمایا یہ واقعہ جاری رہا کہ اسی سال کے 3 ربیع الاوّل کو یزید کے لشکریوں نے بیت اللہ کا محاصرہ کیا اور مسجد و خانہ کعبہ کو آگ لگا دی.

کوئی عضو باقی نہ بچاکہ جس پر ولید نے بوسہ نہیں دیا حتیٰ کہ اس کے شرمگاہ تک پہنچا تو اس آدمی نے اس (شرمگاہ) کو اپنی دورانوں کے درمیان چھپایا؛ لیکن ولید نے اس کو کہا: نہیں خدا کی قسم مگر یہ کہ میں اس پر بھی بوسہ لگاؤں اور بہت زیادہ اصرار کے بعد اس پر بوسہ دیا اور اسے ہزار دینار بخشا اور اسے ایک قاطر پر سوار کیا اور کہا: میرے کارپیٹ سے گزرو اور اس شخص نے ویسا ہی کیا. ولید نے باغ کے درمیان ایک حوض بنایا اور اس کو شراب سے بھر دیا اور وہ اس میں فاحشہ عورتوں کے ساتھ نہاتا تھا اور اتنی شراب پیتا تھا کہ اس کی عقل زائل ہو جاتی تھی یہاں تک کہ ایک دن اپنی بیٹی کی طرف بڑھا اور کہا: جو لوگوں سے ڈرے، غمگین مرے گا». [1]

سید مرتضی امالی میں لکھا ہے: ابو عبید اللہ مرزبانی نے احمد بن کامل سے روایت کی ہے، انھوں نے کہا: یزید بن ولید، زندیق (بے دین) تھا. ایک دن اس نے قرآن کو کھولا اور اس کی نظر اس آیت پہ پڑی: «وَاسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ». [2] (اور پیغمبروں نے ہم سے فتح کا مطالبہ کیا اور ان سے عناد رکھنے والے سرکش افراد ذلیل اور رسوا ہو گئے). اس نے مصحف (قرآن) کو نشانہ بنایا اور اس پر تیر پھینکے اتنے کہ اسے پارہ پارہ کر دیا جبکہ وہ یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

«کیا ہر منحرف ظالم کو یہ وعدہ دے رہے ہو / پھر میں وہی منحرف ظالم ہوں

جب قیامت کے دن اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہوگے / کہہ دینا کہ ولید نے مجھے پارہ پارہ کر دیا» [3]

---

[1] - کنی والقاب، ج1، ص346.

[2] - ابراهیم، 15.

[3] - امالی سید مرتضی: ج1، ص90.

أتوعد كل جبار عنيد/ فها أنا جبار عنيد

إذا ما جئت ربك يوم حشر/ فقل يا ربي خرقني الوليد

اس واقعات کو ذکر کرنا، بہت افسوس ناک ہے اور جو بیان کیا گیا وہ ان کے ننگین اعمال کا صرف ایک حصہ ہے. رسول اللہ ﷺ کے بیٹوں کی قتل اور انہیں بہت دور جگھوں پر جلاوطن کرنا اس ستمگروں کے ننگین پروپیگندوں کی سرفہرست رہا؛ جس طرح کہ آجکل ہم حضور ﷺ کی اولاد کو مختلف ملکوں میں ایران، افغانستان، ہندوستان اور اپنے جد، رسول اللہ ﷺ کی سرزمین سے دور بکھرتے ہوئے دیکھ سکتے ہیں۔ یہ خود ایک محکم اور کافی دلیل ہے کہ وہ منحرف اور دین سے خارج اور اسلام سے دشمنی کر رہے ہیں. ویسے ہی یہ ایک محکم دلیل ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف کینہ توزی کر رہے ہیں.

یہ ظلم و فساد آج تک جاری ہیں. ہماری دولت ان ستمگروں کے ہاتھ میں ہے کہ سرزمینوں اور لوگوں کے درمیان فساد پھیلانا ان کی اولین ترجیحات میں شامل ہے اور اس اموال کو اس راستے میں استعمال کیا تاکہ لوگ ان کو خدا کی جگہ پرستش کریں. تاریخ میں ان کے قید خانوں کی کوئی مثال ہی نہیں. اتنے تشدد کی اقسام جو جسم کے رونگٹے کھڑے کر دے. ان کے فوجی سر تا پا مسلح؛ اسلامی سرزمینوں کی دفاع کے لیے نہیں بلکہ مسلمان قوموں کو نابود کرنے کے لیے اور جو شخص «لا الہ الا اللہ» کا نعرہ لگاتا اور مسلمانوں کو اللہ کے حکم اور جو اتارا گیا ہے کی دعوت دیتا، اس کا انجام تنگ و تاریک دہلیزوں میں قیدی بننا یا موت ہی ہوا کرتا تھا. پتا نہیں یہ سر گردانی اور گمراہی کب ختم ہوگی اور کب اسلام واپس پلٹے گا کہ حضور ﷺ کے دور کی طرح مسلمانوں پر حکمرانی کرے اور اسلامی سرزمینوں اور آخر میں کل زمین میں عدل و انصاف پھیلا دے لیکن ہم ہر حال میں یقین رکھتے ہیں کہ (اسلام) واپس ہی آئے گا؛ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے وعدہ کیا ہے اور خبر دار کیا ہے کہ اسلام، تروتازہ، آخر الزمان میں (وعدہ کئے گئے بیٹے) مہدی علیہ السلام کے ذریعے واپس آئے گا.

ان عظیم مصلح کا مبارک ظہور ہوگا نہیں مگر یہ کہ ان کی غیبت کی رکاوٹیں بر طرف ہو جائیں اور اس امت میں ایسی نسل پیدا ہو جائے کہ ان میں کل اہل زمین والوں کے لیے رسالت الٰہی کی ذمہ داری سنبھالنے کی ضروری صلاحیت موجود ہو، تاکہ وعدہ الٰہی، اس دین کے ظہور (فوقیت) دوسرے ادیان پر محقق ہو جائے، اگر واقعی اور عملی طور پر زمین میں انصاف لاگو کرنا چاہتے ہیں اور اس صحرا اور سر گردانی سے خارج ہونا چاہتے ہیں اور اگر واقعی طور پر ظہور امام مہدی علیہ السلام کے خواہاں ہیں۔ تو پھر ضروری ہے

کہ ہم اس اسلامی راستے کی طرف پلٹ جائیں جہاں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ نہ کہ وہ اسلامی (راستہ) جو طاغوت چاہتا ہے. اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

«ولَقَدْ بَعَثْنا فی کلِّ أُمَّةٍ رَسُولاً أَنِ اعْبُدُوا اللّهَ واجْتَنِبُوا الطّاغُوتَ فَمِنْهُمْ مَنْ هَدَی اللّهُ وَمِنْهُمْ مَنْ حَقَّتْ عَلَیهِ الضَّلالَةُ فَسیرُوا فِی الْأَرْضِ فَانْظُرُوا کیفَ کانَ عاقِبَةُ الْمُکذِّبینَ»[1] (اور یقیناہم نے ہر امّت میں ایک رسول بھیجا ہے کہ تم لوگ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو پھر ان میں بعض کو خدانے ہدایت دے دی اور بعض پر گمراہی ثابت ہوگئی تو اب تم لوگ روئے زمین میں سیر کرو اور دیکھو کہ تکذیب کرنے والوں کا انجام کیا ہوتا ہے)

شیطانی طاقتیں جو آجکل امریکہ کی مدد سے اس امت پر حکمرانی کر رہی ہیں جبکہ واضح طور پر اپنی دشمنی کا اظہار کر رہے ہیں تا کہ اپنے آخری برے اور قبیح نمائش کے پردوں کو پورا کردیں، ان کا ہدف اسلام کو میدان سے خارج کرنا اور مسلمانوں کے قلب کو اللہ کے ایمان سے خالی کرنا اور اس کو صرف دین کے بیرونی حصے تک محدود رکھتے ہوئے اندرونی حقیقت سے غافل کرنے کے علاوہ کچھ اور نہیں. وہ اسی بیرونی حصے کو ختم کرکے اسے مکمل طور پر ملیامیٹ کرنے کے لیے جنگ کے بارے میں بھی سوچ رہے ہیں، جیسے کہ آجکل ہم ترکی میں دیکھ رہے ہیں کہ جو بھی شخص ان کے امریکہ و اسرائیل کی غلامی میں شک کرتے ہیں علی الخصوص جو لوگ ادعا کرتے ہیں کہ وہ امریکہ اور اسرائیل کے دشمن ہیں، (حقیقت کو سمجھنے کے لیے) ان کی سیاہ تاریخ کی طرف رجوع کریں؛ آپ دیکھیں گے کہ انھوں نے ہر لحہ اپنی طاقت کو برقرار رکھنے کے لیے، ایک جانب سے مسلمین اور عرب امت کے خلاف جنگ کی آگ کو بھڑکائے رکھا اور دوسری جانب سے اسلامی اور مذہبی بیدار تحریک کو کچلتے ہوئے اپنے آقاؤں امریکہ اور اسرائیل کی خدمت کرتے رہے. جو شخص سند اور دیگر ثبوتوں کا خواہاں ہے «تورات میں سفر دانیال» کی رجوع کرے۔ وہ دیکھے گا کہ خاور میانہ کے علاقے میں، امریکہ کے دس مزدور بادشاہ ہیں (یا جس طرح اس میں مذکور ہے آہنیں ملک) موجود ہے؛ وہ ملک جو زمین پر دوسرے ملکوں کو تباہ اور اپنے مقاصد کیلئے استعمال

---

[1] - نحل 36.

کرے گا؛ لیکن انشاء اللہ امام زمان علیہ السلام کے ذریعے پامال ہو جائے گا جیسے کہ سفرِ دانیال میں آیا ہے. حکومت طاغوت کے لیے اپنے علاوہ کوئی بھی دوسری چیز ارزش نہیں رکھتی اور اس کی حکومت کی بنیادیں لوگوں کے خون اور لاشوں پر قائم ہیں. کوئی بھی شخص اس کی حکمرانی اور ولایت کو نہیں مانے گا تو وہ قتل ہو جائے گا. ہمیشہ عوام کو بے انتہا بحرانوں میں ڈالے رکھیں گے مگر اس کا اختتام خود کا حکم ہوگا. جنگ کی آگ کو شعلہ ور کریں گے اور قبائل کے درمیان تعصّبات اور شیطانی نعروں کو رائج کریں گے۔ حتیٰ عوام کو ایک دانہ نان سے بھی محروم کریں گے کہ لوگ ہمیشہ اسے پانے میں سرگرم رہیں. طاغوت کی چھتری کے نیچے زندگی بسر کرنا، ذلت کے سوا کچھ نہیں، یہ ایک موت ہے زندگی کے روپ میں؛ دنیا و آخرت کی خسارہ ہے!

افلاطون، یونانی فلسفہ دان، حکومت طاغوت کی وصف اور اس کے بننے کے طریقے کے بارے میں کہتا ہے:

(ڈیموکریسی اور لوگوں کا خیال رکھنے والے مدعیان، سب سے سخت اور دھوکہ باز افراد ہیں؛ (ڈیموکریٹس) دولت مندوں کو جلاوطن یا پھانسی پہ چڑھاتا ہے، لوگوں کے قرضے معاف کرتا ہے اور زمین لوگوں میں باٹتا ہے اور اپنے لیے حمایتی بناتا ہے تاکہ مخالفین کے مکر و فریب کے پیش مرگ بنے. لوگ اس کی آرزو کرتے ہیں اور بالاخر سلطنت کے تخت پر آبیٹھتا ہے. ہمسایہ ملکوں کے خلاف جنگ کی آگ کو شعلہ ور کرتا ہے اس کے بعد کہ ان کے ساتھ دوستی کا ہاتھ بڑھائے تاکہ اس (کی حکومت) کی بنیادیں مضبوط ہو جائیں، لوگوں کے ذہنوں کو اپنے آپ سے دور کرتا ہے اور ان لوگوں کی ضرورت کا ہمیشہ ساتھی رہتا ہے اور اسی دوران، ملک میں اپنے لیے ایک پُر امن فضا قائم کرتا ہے اور اپنے رقیبوں اور تنقید کرنے والوں کو ہلاک کرتا ہے. لائق اور اہلِ فضیلت والے لوگ اس سے دور ہو جاتے ہیں اور جیالے اور جیرہ خواران اس کے ساتھ ہو جائیں گے. ان شاعروں کو بہت عطا کرتا ہے جو ہمیں اپنے مدینہ فاضلہ (مثالی شہر) سے دور کرتے ہیں اور وہ بھی (اس کے) مدح و ثنا میں ایک لفظ بھی نہیں چھوڑتے ہیں. عبادت گاہوں کو غارت کرتا ہے اور لوگوں کو لوٹتا ہے تاکہ اپنے محافظوں اور حامیوں کے

پیٹ بھر سکے. بالاخر قوم سمجھے گی کہ آزادی سے سرکشی کی طرف آ رہی ہے اور یہ اس حکومت کا انجام ہے)!.[1]

لیکن طاغوت کے بندے اوراس کے جیرہ خوار لوگ گمان کرتے ہیں کہ مکمل امن وامان میں ہیں اور انہیں آرام اورپُر سکون زندگی ملی ہےاور جب تک طاغوت کی خدمت کرتے ہیں ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا ہے کیونکہ ان کے سردار طاقت کے ساتھ ساتھ اپنے مخالفین کی گردن اڑاتا ہےاور امت اس کے ظلم اور جبر کے سامنے گھٹنے ٹیکتی اور سر خم کرتی ہے۔ یہ صرف ایک وہم ہے کیونکہ خاکستر کے نیچے آگ باقی رہتی ہے. اللہ تعالی فرماتا ہے: «مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّهِ أَوْلِياءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بَيتًا وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيوتِ لَبَيتُ الْعَنْكَبُوتِ لَوْ كانُوا يعْلَمُونَ »[2] (اور جن لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر دوسرے سرپرست بنالئے ہیں ان کی مثال مکڑی جیسی ہے کہ اس نے گھر تو بنالیا لیکن سب سے کمزور گھر مکڑی کا گھر ہوتاہے اگران لوگوں کے پاس علم وادراک ہو)

ہمیں حقیقت جاننے کے لیے یہی کافی ہے کہ اقوام کی تاریخ کو اٹھا کر دیکھیں کہ تمام طاغوت کی حکومتیں اور ان کے جیرہ خواراں کے انجام، مستضعفین اور مظلومین کے ہاتھوں میں تھے ؛ «وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ »[3] (اور ظالم عنقریب جان لیں گے کہ کون سی جگہ لوٹ کر جاتے ہیں)

لیکن جو طاغوت سے ہار مانا اور ان کے سامنے سر خم کیا، اگرچہ مسلمان ہونے کی دعویدار ہو (در اصل) وہ اللہ کی ولایت سے خارج ہوگیا ہے جبکہ اُسے خود کو معلوم نہیں ہے. اللہ تعالی فرماتا ہے: «أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِما أُنْزِلَ إِلَيک وَما أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِک يرِيدُونَ أَنْ يتَحاكَمُوا إِلَى

---

[1] - جمہوری افلاطون کی کتاب کا ایک حصہ (مترجم).

[2] - عنکبوت، 41.

[3] - شعراء، 227.

الطّاغوتِ وقدْ أُمِروا أَن يكفُرُوا بِهِ وَيرِيدُ الشَّيطانُ أَنْ يضِلَّهُمْ ضَلالاً بعيدًا »[1] (کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کا خیال یہ ہے کہ وہ آپ پر اور آپ کے پہلے نازل ہونے والی چیزوں پر ایمان لے آئے ہیں اور پھر یہ چاہتے ہیں کہ سرکش لوگوں کے پاس فیصلہ کرائیں جب کہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ طاغوت کا انکار کریں اور شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ انہیں گمراہی میں دور تک کھینچ کر لے جائے)

طاغوت ان کو اسلامی ملکوں کے خلاف جنگ کرنے پہ مجبور کرتا ہے اور وہ بھی خوف سے ان کے ساتھ تعاون کرنے پر مجبور ہوتے ہیں اور اولیاء الٰہی کے خلاف جنگ کرتے ہیں اور مؤمنین کی حرمت کو پامال کرتے ہیں، اسے سے زیادہ بری حالت اور اللہ کے دشمنوں کو مدد دینے سے زیادہ بڑا کیا کفر ہو سکتا ہے! اللہ تعالی فرماتا ہے: «الَّذينَ آمَنُوا يقاتِلُونَ فى سَبيلِ اللّهِ والَّذينَ كفَرُوا يقاتِلُونَ فى سَبيلِ الطّاغُوتِ فقاتِلُوا أَوْلِياءَ الشَّيطانِ إِنَّ كيدَ الشَّيطانِ كانَ ضَعيفًا»[2] (ایمان والے ہمیشہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ ہمیشہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں لہٰذا تم شیطان کے ساتھیوں سے جہاد کرو بیشک شیطان کا مکر بہت کمزور ہوتا ہے)

ان میں سے بعض خوفِ طاغوت اور قتل ہونے کو بہانہ بناتے ہیں۔ یہ عذر گناہ کو انجام دینے سے بھی زیادہ برا ہے اور قابل قبول نہیں۔ اگر اسلحہ اٹھانے کے سوا کوئی چارہ موجود نہ ہو تو اسے طاغوت کی سمت نشانہ بنانا چاہیئے نہ کہ اسی (طاغوت) کی مدد کرنے کے لئے! اللہ تعالی فرماتا ہے: «إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلآئِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُواْ فِيمَ كُنتُمْ قَالُواْ كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الأَرْضِ قَالْوَاْ أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُواْ فِيهَا فَأُوْلَـئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءتْ مَصِيراً »[3] (جن لوگوں کو ملائکہ نے اس حال میں اٹھایا کہ وہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والے تھے ان سے پوچھا کہ تم کس حال میں تھے۔ انہوں نے

[1]- نساء، 60.

[2]- نساء، 76.

[3]- نساء، 97.

کہا کہ ہم زمین میں کمزور بنادئے گئے تھے. ملائکہ نے کہا کہ کیا زمین خدا وسیع نہیں تھی کہ تم ہجرت کرجاتے۔ان لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بدترین منزل ہے)

اور بھی فرماتا ہے: «قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا أَنَحْنُ صَدَدْنَاكُمْ عَنِ الْهُدَى بَعْدَ إِذْ جَاءكُم بَلْ كُنتُم مُّجْرِمِينَ * وَقَالَ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا بَلْ مَكْرُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ إِذْ تَأْمُرُونَنَا أَن نَّكْفُرَ بِاللَّهِ وَنَجْعَلَ لَهُ أَندَاداً وَأَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ وَجَعَلْنَا الْأَغْلَالَ فِي أَعْنَاقِ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ »[1] (تو بڑے لوگ کمزور لوگوں سے کہیں گے کہ کیا ہم نے تمہیں ہدایت کے آنے کے بعد اس کے قبول کرنے سے روکا تھا ہرگز نہیں تم خود مجرم تھے * اور کمزور لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے کہ یہ تمہاری دن رات کی مکاری کا اثر ہے جب تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ خدا کا انکار کریں اور اس کے لئے مثل قرار دیں اور عذاب دیکھنے کے بعد لوگ اپنے دل ہی دل میں شرمندہ بھی ہوں گے اور ہم کفر اختیار کرنے والوں کی گردن میں طوق بھی ڈال دیں گے کیا ان کو اس کے علاوہ کوئی بدلہ دیا جائے گا جو اعمال یہ کرتے رہے ہیں)

جس طرح طاغوت کو تعاون اور مدد پہنچانا حرام ہے۔ترکِ جہاد اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی حرام ہے. مسلمانوں سے دوری اختیار کرنے سے فرض ساقط نہیں ہوتے. جو شخص دن کو رات ہونے دے اور مسلمانوں کے امور میں کوئی اہتمام نہ کرے، وہ مسلمان ہی نہیں حتیٰ اگر وہ شخص ایسا فقیہ کو جو امام زمانہ علیہ السلام کا عام نائب ہونے کی دعویدار ہو. ہر مسلمان شخص کو چاہیئے اپنے قلب اور اس میں جو گزر رہا ہے اس کی طرف رجوع کرے۔کیا (یہ قلب) اللہ کے خوف سے پُر ہے یا خوفِ طاغوت سے؟ یہ دونوں مومن کے قلب میں جمع نہیں ہوتے۔اللہ کا خوف طاغوتوں کو مومن کی نظر میں ایک کیڑے سے بھی زیادہ چھوٹا اور حقیر دکھاتا ہے اور اس پر اور اس کے ارادوں پر کوئی اثر نہیں رکھتا، مگر اس وقت کے واجب تقیہ پیش آئے. اللہ تعالی فرماتا ہے: « أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّواْ أَيْدِيَكُمْ

[1] - سبأ، 32-33.

وَأَقِيمُواْ الصَّلاَةَ وَآتُواْ الزَّكَاةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً وَقَالُواْ رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ لَوْلا أَخَّرْتَنَا إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ قُلْ مَتَاعُ الدَّنْيَا قَلِيلٌ وَالآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَى وَلاَ تُظْلَمُونَ فَتِيلاً»[1] (کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ ہاتھ روکے رکھو اور نماز قائم کرو, زکوٰادا کرو (تو بے چین ہوگئے) اور جب جہاد واجب کردیا گیا تو ایک گروہ لوگوں (دشمنوں) سے اس قدر ڈرتا تھا جیسے خدا سے ڈرتا ہو یا اس سے بھی کچھ زیادہ اور یہ کہتے ہیں کہ خدایا اتنی جلدی کیوں جہاد واجب کردیا، کاش تھوڑی مدت تک اور ٹال دیا جاتا، تا اپنی موت سے جو قریب ہے، مر جائیں. پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ دنیا کا سرمایہ بہت تھوڑا ہے اور آخرت صاحبانِ تقویٰ کے لئے بہترین جگہ ہے اور تم پر دھاگہ برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا)

اللہ کا شکر ہے کہ آج امت اسلام نے اللہ کی طرف واپس آنے کا راستہ اور اسلامی دین کے بیدار (احیا ہونے) کے راستے پر چلنے کا آغاز کیا ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہر دن یہ زیادہ پھیل رہا ہے تاکہ تمام اسلامی سرزمینوں تک پہنچے اور سلطنت طاغوت کی بنیادوں کو ہلا دے، جو اس امت پر قابض تھے. اُن سرکش لوگوں سے جتنا ہوسکا ان کے سرمایہ کو غارت کیا تاکہ مسلمان جوانوں کو شہوتوں اور مادی و جنسی لذتوں کے منجلاب (گٹر) میں گرادیں۔ اسلامی ملکوں میں فساد کے اڈوں اور شراب نوشی اور فسق و فجور کے زمینہ فراہم کئے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا. رقص اور موسیقی وگانا سے لیکر برہنہ عورتوں کے شواور مغربی طرز زندگی کی کہانیوں تک جس کا مقصد اسلامی گھرانے کو پاش پاش کرنا تھا۔ ٹی وی کے مختلف چینلوں پہ دیکھایا؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام پروپگینڈوں کو برباد کیا اور ان کی بنیادوں کو جڑ سے اکھاڑ دیا اور ان شاء اللہ دیر نہیں ہوگی کہ ان کی حکومتوں کی چھت ان کے سروں پر آگرے گی.

یہ طاغوتیوں نے اپنے اجداد کی طرح سوچا تھا کہ حقیقی دین توحید کے آثار کو مٹانے پر طاقت رکھتے ہیں (اور) اسلام کو تبدیل کر سکتے ہیں (کیونکہ) اسلام میں جو عقائدِ حق موجود ہیں ان کی حکومت کی بنیادوں کو دھمکاتا ہے۔ علی الخصوص عقیدہ انتظار مہدی علیہ السلام کو ختم کرنا چاہتے تھے؛ اما کیسے یہ چیز ممکن

---

[1] - نساء، 77.

ہے جبکہ قران ہمارے سامنے ہے اور ہمارے کانوں میں اس طرح ندا دیتا ہے: «وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ ونجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً ونجْعَلَهُمُ الْوارِثِينَ * وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ ونرِيَ فِرْعَوْنَ وهامانَ وجنُودَهُما مِنْهُمْ ما كانُوا يحْذَرُونَ»[1] (اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کو زمین میں کمزور بنادیا گیا ہے ان پر احسان کریں اور انہیں لوگوں کا پیشوا بنائیں اور زمین کا وارث قرار دیدیں *اور انہی کو روئے زمین کا اقتدار دیں اور فرعون وہامان اور ان کے لشکروں کو ان ہی کمزوروں کے ہاتھوں سے وہ منظر دکھلائیں جس سے یہ ڈر رہے ہیں)

«ولَقَدْ كتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ * إِنَّ فِي هَذَا لَبَلاغاً لِقَوْمٍ عَابِدِينَ»[2] (اور ہم نے ذکر (توارات) کے بعد زبور میں بھی لکھ دیا ہے کہ ہماری زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہی ہوں گے *یقینا اس میں عبادت گزار قوم کے لئے ایک پیغام ہے)

«وعَدَ اللّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكمْ وعمِلُوا الصّالِحاتِ لَيسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وليمَكنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضى لَهُمْ وليبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يعْبُدُونَنِي لايشْرِكونَ بِي شَيئًا ومنْ كفَرَ بَعْدَ ذلِك فَأُولئِك هُمُ الْفاسِقُونَ»[3] (اللہ نے تم میں سے صاحبان ایمان و عمل صالح سے وعدہ کیا ہے کہ انہیں روئے زمین میں اسی طرح اپنا خلیفہ بنائے گا جس طرح پہلے والوں کو بنایا ہے اور ان کے لئے اس دین کو غالب بنائے گا جسے ان کے لئے پسندیدہ قرار دیا ہے اور ان کے خوف کو امن سے تبدیل کردے گا کہ وہ سب صرف میری عبادت کریں گے اور کسی طرح کا شرک نہ کریں گے اور اس کے بعد بھی کوئی کافر ہوجائے تو در حقیقت وہی لوگ فاسق اور بدکردار ہیں)

---

[1]- قصص، 5-6.

[2]- انبیاء، 105-106.

[3]- نور، 55.

یہ وہم کبھی سچ نہیں ہوگا جب تک رسول خداﷺ کا کلام ہمارے کانوں میں گونج رہا ہے:(لو لم یبق من الدنیا إلا یوم لخرج من ولدی من یملئها قسطا وعدلا کما ملئت ظلما وجورا)[1](اگر دنیا کی عمر میں سے صرف ایک دن باقی ہو، اس دن میں میری اولاد میں سے ایک قیام کرے گا اور دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جبکہ ظلم وجور سے بھر چکا ہوگا)

امام مھدیؑ ہمارے درمیان ہیں اور جس طرح زمین اور اہل زمین بادلوں کے پیچھے سورج سے فائدہ لیتے ہیں، مسلمان بھی اسی طرح اُن سے بھرہ مند ہوتے ہیں.[2]

اے میرے مسلمان بھائیوں اور بھنوں ! اے عزیزوں ! اللہ پر ایمان لاؤاور طاغوت کے لئے کافر ہو جاؤاور عروۃالوثقی (مضبوط رسی)، زمین میں حجت خدا، مہدی موعودؑ سے تمسک کرو اور جان لو کہ اللہ پر ایمان لانے کی شرط، طاغوت پر کفر کرنا ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں. مثلاًاندھیرے کا ختم ہو جانا اور روشنی کا چھا جانا. ہم کبھی اندھیرا ختم ہونے کو محسوس نہیں کر سکتے مگر نور اور روشنی کے آجانے کے بعد. اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:«قدْ تَبینَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ فَمَنْ یکفُرْ بِالطّاغُوتِ وَ یؤْمِنْ بِاللّهِ فقد استَمْسَک بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقی لاَ انْفِصامَ لَها واللّهُ سَمِیعٌ عَلِیمٌ»[3] (ہدایت گمراہی سے الگ

---

[1]- عیون اخبار رضاؑ، ج 1، ص 397؛ مسند احمد، ج 1، ص 99 اور (سنی وشیعہ) دونوں گروہوں کے منابع کی دوسری کتابوں میں سے.

[2]- انھوں ؑ نے نبی کریم ﷺ کے اس کلام کی طرف اشارہ کیا ہے جو جابر بن عبد اللہ انصاری سے بیان فرمایا: (جابر نے کہا: میں نے ان کو کہا، اے رسول اللہ ! کیا ان کی غیبت کے دور میں، ان کے شیعیان ان سے فائدہ میں ہوں گے ؟ انھوں ﷺ نے فرمایا: اس کی قسم جس نے مجھے نبی بنا کر بھیجا، وہ لوگ ان کی غیبت کے دور میں، ان کے نور سے روشنائی لیتے ہیں اور ان کی ولایت سے بہرہ مند ہوں گے جس طرح کے لوگ بادل کے پیچھے سورج سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اے جابر یہ اللہ تعالیٰ کا مخفی راز ہے اور ان کی علم میں ذخیرہ ہے اور اسے چھپاتا ہے سوائے اس کے اہل کے لیے) کمال الدین وتمام النعمہ، ص 253.

[3]- بقرہ، 256.

اور واضح ہو چکی ہے. اب جو شخص بھی طاغوت کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لے آئے وہ اس کی مضبوط رسّی سے متمسک ہو گیا ہے جس کے ٹوٹنے کا امکان نہیں ہے اور خدا سمیع بھی ہے اور علیم بھی ہے)

شیطان اور نفسانی خواہشات سے دور رہیں اور رسول اللہ نے جس چیز کو اللہ سبحان کی جانب سے آپ لوگوں کی طرف ہدیہ کے طور پر لائے اُسی کی پیروی کریں اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف کرے گا لیکن شرک کے گناہ سے در گزر نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: «إِنَّ اللّهَ لا يغْفِرُ أَنْ يشْرَک بِهِ وَ يغْفِرُ ما دُونَ ذلِک لِمَنْ يشاءُ ومَنْ يشْرِک بِاللّهِ فَقَدِ افْتَرى إِثْمًا عَظيمًا »[1] (اللہ اس بات کو معاف نہیں کر سکتا کہ اس کا شریک قرار دیا جائے اور اس کے علاوہ جس کو چاہے بخش سکتا ہے اور جو بھی اس کا شریک بنائے گا اس نے جھوٹ باندھا ہے اور بہت بڑا گناہ کیا ہے)

طاغوت پر ایمان لانا، اس کی حکومت کو مان لینا، نصرت کرنا، خضوع اور اس کے سامنے گھٹنے ٹیکنا، سبھی اللہ پر شرک اور اللہ تعالیٰ کے سیدھے راستے سے گمراہی کے برابر ہے. اور یہ کتنی بڑی گمراہی ہے! کیا کبھی سنا ہے اس شخص کی نماز روزہ جو اللہ تعالیٰ سے کفر یا شرک کرتا ہو قبول ہوئے ہیں؟ یہ عبادتیں بندے کو اللہ کی تبعیت کرنے پر ثابت قدم ہونے کے لیے ہیں لیکن اگر اس کی عبادتیں طاغوت کے لیے ہوں جبکہ وہ (طاغوت) اللہ کا دشمن ہے. پھر دوسری عبادتوں کا کیا مطلب رہے گا؟ جس لمحے میں انسان طاغوت کے احکام اور قوانین کے سامنے سر جھکاتا ہے. وہ لمحہ اللہ کے کفر اور اس کی ولایت سے خارج ہونا اور ولایت طاغوت میں داخل ہونا یا وہی نور سے ظلمت کی طرف جانا ہی ہے. اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: «أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذينَ يزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِما أُنْزِلَ إِلَيک وما أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِک يريدُونَ أَنْ يتَحاكمُوا إِلَى الطّاغُوتِ وقَدْ أُمِرُوا أَنْ يكفُرُوا بِهِ وَ يريدُ الشَّيطانُ أَنْ يضِلَّهُمْ ضَلالاً بَعيدًا»[2] (کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کا خیال یہ ہے کہ وہ آپ پر اور آپ کے پہلے نازل ہونے والی چیزوں پر ایمان لے آئے ہیں

---

[1]- نساء 48.

[2]- نساء، 60.

اور پھر یہ چاہتے ہیں کہ سرکش لوگوں کے پاس فیصلہ کرائیں جب کہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ طاغوت کا انکار کریں اور شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ انہیں گمراہی میں دور تک کھینچ کر لے جائے)

اللہ اور اس کی ولایت کی طرف واپس آنے کا راستہ وہی طاغوت کا کفر اور اس کی ولایت سے خارج ہونے کا راستہ ہی ہے اور در اصل یہ دونوں ایک ہی راستہ ہیں۔ وہی صراط مستقیم ہے جس پر چلنے سے اعمال قبول ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ راہ اللہ واحد کا راستہ ہے۔ اگر ہم حضور علیہ السلام کے سچے اسلام کی طرف حقیقتاً واپس آنا چاہتے ہیں تو ہمیں چاہیئے کہ جو کچھ محمد بن عبد اللہ ہمارے لیے تحفے کے طور پر لائے ہیں اس پر ایمان لائیں، تمام اسلام اور اس کے احکام پر نہ کہ صرف ان احکامات پر ایمان لائیں جو ہماری چاہتوں کے موافق ہو اور دوسرے احکام کو چھوڑ دیں. ہم پر فرض ہے اس راستے کی تبعیت کریں جو محمد کے اوصیاء علیہم السلام نے ہمارے لیے ترسیم کئے ہیں (نقشے بنائے ہیں) کیونکہ وہی کشتی نجات ہے اور جو شخص ان سے سبقت لے وہ گمراہ اور جو پیچھے رہ جائے نیست و نابود ہو جائے گا اور جو ان کے ساتھ ہو، (حق سے) جا ملے گا.

لیکن جو کتاب (قرآن) کے ایک حصے سے کفر اختیار کرے اور دوسرے حصے پر ایمان لائے آخر میں اس کو پتہ چلے گا کہ صحرا میں سراب کے پیچھے (پیاس کی شدت سے) تڑپتا رہا ہے۔ ہمارے لیے اور تمام مؤمنین کے لیے، ان ساحروں کے ذریعے ہدایت موجود ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے ویسے ہی ان مؤمنین میں جو الٰہی سیرہ سے دور اور حتیٰ طاغوت کے مددگاروں میں سے تھے اور شروع میں فرعون ملعون کے ساتھ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف تھے. لیکن جب انھوں نے اپنی خواہش نفس کی مخالفت کی، تو حق ان پر واضح ہو گیا اللہ پر ایمان لائے اور فرعون سے کفر اختیار کیا اور نورِ ایمان ان کے دلوں میں نور افشاں ہو گیا اور طاغوت کی پلیدی ان کے نظروں کے سامنے ظاہر ہو گئی اور اس بار موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کھڑے ہو گئے تا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور فرعون سے نزاع (جھگڑا) کریں۔ اس کے جھوٹ، سستی اور ضعف کو لوگوں کے لیے واضح کر دیں. اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: «فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قالُوا آمَنَّا بِرَبِّ هارُونَ وموسى ❁ قالَ آمَنتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ آذَنَ لَكُمْ إِنَّهُ لَكَبِيرُكُمُ الَّذِى عَلَّمَكُمُ

السِّحْرَ فَلأُقَطِّعَنَّ أَيدِيكمْ وَأَرْجُلَكم مِنْ خِلافٍ وَلأُصَلِّبَنَّكمْ فى جُذُوعِ النَّخْلِ ولتَعْلَمُنَّ أينا أَشَدُّ عَذابًا وَأَبْقى* قالُوا لَنْ نُؤْثِرَک عَلی ما جاءَنا مِنَ الْبَينات وَالَّذى فَطَرَنا فَاقْضِ ما أَنْتَ قاضٍ إِنَّما تَقْضى هذِهِ الْحَياةَ الدُّنْيا»[1] (یہ دیکھ کر سارے جادو گر سجدہ میں گر پڑے اور آواز دی کہ ہم موسٰی اور ہارون کے پروردگار پر ایمان لے آئے *فرعون نے کہا کہ تم میری اجازت کے بغیر ہی ایمان لے آئے تو یہ تم سے بھی بڑا جادو گر ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے اب میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا اور تمہیں خرمہ کی شاخ پر سولی دے دوں گا اور تمہیں خوب معلوم ہو جائے گا کہ زیادہ سخت عذاب کرنے والا اور دیر تک رہنے والا کون ہے *ان لوگوں نے کہا کہ ہمارے پاس جو کھلی نشانیاں آچکی ہیں اور جس نے ہم کو پیدا کیا ہے ہم اس پر تیری بات کو مقدم نہیں کر سکتے اب تجھے جو فیصلہ کرنا ہو کر لے تو فقط اس زندگانی دنیا ہی تک فیصلہ کر سکتا ہے)

ان مومن بندوں کی نظروں میں دنیا خوار و پست ہو گئی؛ بے انتہاء خوار ہو گئی اور فرعون کی دھمکیاں کہ جس پر اللہ کی لعنت ہو، ان کے ہاتھ اور پاؤں کو کاٹنا اور صلیب پر چڑھانا، ان کے اس اقرار پر کہ وہ حق اور حقیقت کی پیروی کرتے ہیں، کسی طرح اثر انداز نہیں ہوا۔ اس دنیا سے ان کے تعلقات ختم ہو گئے اور اس دنیا کی حقیقت ان کے لیے واضح ہو گئی جن سے فرعون و ہامان و قارون اور اس کے مانند لوگ اس کے خاطر لڑتے ہیں اس امتحان میں یہ ساحران جیت گئے۔ آخرت کی سرا (جنت) کو جزا کے طور پر لے لئے۔ اللہ کی رضا سے رستگار ہو گئے۔ پھر واہ ہوا ان کی سعادت پہ، کتنی اچھی ان کی بازگشت ہے! کشتۂ آل محمد، حسین علیہ السلام نے فرمایا:

اگر یہ دنیا قیمتی نظر آتی ہے اللہ کا سرائے ثواب (جنت) برتر اور زیادہ قیمتی ہے

اور اگر نصیب، مقدر اور تقسیم ہو گیا ہے پھر اے آدمی، زیادہ کمائی کے لیے حرص کی کمی، زیادہ زیب دیتی ہے

---

[1]- طہ، 70-72.

اور اگر سارے اموال کو ترک کرنا ہی ہے پھر کیوں آدمی جس چیز کو چھوڑ کر جانا ہے اس کے لیے بخل کرتا ہے؟

اور اگر اجسام موت کے لیے خلق کئے گئے ہیں پھر مرد کے لیے اللہ کے راستے میں تلوار سے مرنا، زیادہ بلند ہے![1]

شائستہ ہے کہ اپنے آپ کو مخاطب کریں:

-چاہئیے اپنے دلوں کو اللہ کے ذکر سے خاشع کریں اور اس کی طرف حقیقی توبہ کریں اور اولیاء الٰہی کے مددگار اور ان کے دشمنوں کے دشمن بنیں اور اسلام کو اپنی زندگی کے طریقے اور دستور قرار دیں اور قرآن، ہمارے شعار اور کلمہ لا الہ الا اللہ ہماری پناہ گاہ اور حصار ہو.

-وہ گھڑی آگئی ہے کہ ہم طاغوت کو کہہ دیں جو چاہے حکم کرو، تم صرف اس دنیوی زندگانی کے حد تک حکم کر سکتے ہو

-وہ گھڑی آگئی ہے کہ اسلام کا حکم کو قبول کریں اور جاہلیت کے حکم کو چھوڑ دیں.

-وہ گھڑی آگئی ہے کہ اپنے قلوب میں نور حق چمکائیں تاکہ اس کی چمک سے طاغوت کی سیاہی نابود ہو جائے.

کیا ہم اسی سر گردانی میں رہ جائیں گے؟اور اس صحرا میں سراب کے پیچھے، تڑپتے رہیں گے جبکہ اس سے خارج ہونا ہمارے ہاتھ میں ہی ہے اور پانی ہمارے قریب موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:«وَما

---

[1]- در مناقب آل البیت، ج 3، ص 246؛ مثیر الاحزان، ص 32؛ بحار الانوار، ج 44، ص 374 وسایر منابع باندکی اختلاف.

إذا كانت الدنيا تعد نفيسه/ فدار ثواب الله أعلى وأنبل

وان كانت الأرزاق قسماً مقدراً/ فقلت حرص المرء بالكسب أجمل

وان كانت الأموال للترك جمعها/ فما بال متروك بـه المرء يبخل

وان كانت الأبدان للموت أنشئت/ فقتل امرؤ بالسيف فى الله افضل.

أَنْتَ بِهادِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلالَتِهِمْ إِنْ تُسْمِعُ إِلاّ مَنْ يؤْمِنُ بآياتِنا فَهُمْ مُسْلِمُونَ»[1] (اور آپ اندھوں کو بھی ان کی گمراہی سے ہدایت نہیں کر سکتے ہیں آپ تو صرف ان لوگوں کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور مسلمان ہیں)

---

[1] - روم، 53.

اسلام اور سیاست اور حکومت

اسلامی ملکوں کے طاغوتی حکام کوشش کرتے ہیں کہ مسلمان عوام کے درمیان دین و سیاست کی جدائی کی سوچ کو پھیلا دیں اور یہ ہمیشہ سیاست کو دین سے الگ کرنے کا نعرہ لگاتے رہتے ہیں. یہ سوچ، اس نادان افراد کے فکر ما حصل نہیں بلکہ اس کو مادہ پرست مغرب سے ادھار میں لیے ہوئے ہیں۔ اگر تورات وانجیل کا تحریف ہونا اور راہبوں اور قسیسوں کی دنیوی مسندوں پر جھگڑا نہیں ہوتا تو یہ سوچ کبھی بھی مغرب میں اور عیسائیوں اور یہودیوں کے درمیان نہیں پھیلتی. یہ فکری انحراف، کبھی دین اسلام سے واقفیت رکھنے والے مسلمانوں کا دامن گیر نہیں ہوتا حتیٰ کہ اگر یہ واقفیت جزئی طور پہ ہو؛ کیونکہ اسلام نے تمام زندگی کے چھوٹے اور بڑے مسائل کے حل کے لئے راستہ بیان کیا ہے، جس طرح کے تمام عبادات کے لیے، ان کی تفصیلات بیان کی ہیں۔ کوئی بھی اقتصادی اور اجتماعی معاملہ موجود نہیں مگر یہ کہ اسلامی فقہ میں اس کے لیے کوئی راستہ موجود ہو. ویسے ہی جنگی امور اور جہاد سے مربوط مسائل میں اور غیر مسلموں سے معاملات اور قرار دادوں، صلح ناموں اور عہد ناموں کی تنظیم میں شروط اسی طرح ہیں اور یہ پالیسیاں طور پر معاشروں کو چلانے کے لیے بیان ہوئیں ہیں لیکن یہ احکام طاغوتیوں کو پسند نہیں. ان کے لیے سیاست، صرف دھوکہ اور فریب کا ایک وسیلہ ہے تاکہ مسلمان اقوام پر تسلط پیدا کر سکیں. ان کی سیاست، اقوام کے خلاف ہے؛ لیکن وہ سیاست جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اقوام کے مفادات سے یکسو ہے. جو بھی شخص اللہ تعالیٰ کے تعین کی ہوئی پالیسی سے خارج ہونے کی کوشش کرتا ہے. در حقیقت، جاہلیت کی ظلمتوں میں قدم رکھتا ہے.

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: «أَفَحُكمَ الْجاهِلِيةِ يبْغُونَ ومنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّهِ حُكمًا لِقَوْمٍ يوقِنُونَ ». [1] (کیا یہ لوگ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں جب کہ صاحبانِ یقین کے لئے اللہ کے فیصلہ سے بہتر کس کا فیصلہ ہو سکتا ہے)

«ومنْ لَمْ يحْكمْ بِما أَنْزَلَ اللّهُ فَأُولئِک هُمُ الْكافِرُونَ». [2] (اور جو بھی ہمارے نازل کئے ہوئے قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرے گا وہ سب کافر شمار ہوں گے)

«وَمَن لَّمْ يَحْكم بِمَا أنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَئِک هُمُ الظَّالِمُونَ». [3] (اور جو بھی خدا کے نازل کردہ حکم کے خلاف فیصلہ کرے گا وہ ظالموں میں سے شمار ہوگا)

«ومنْ لَمْ يحْكمْ بِما أَنْزَلَ اللّهُ فَأُولئِک هُمُ الْفاسِقُونَ». [4] (جو بھی تنزیل خدا کے مطابق فیصلہ نہ کرے گا وہ فاسقوں میں شمار ہوگا)

سیاست کا حکومت اور حاکم کے ساتھ بہت قریبی تعلق ہے۔ طاغوتی سیاست کی بنیاد مکر، دھوکہ، فریب اور قوم کو اذیت اور ذہنی و معاشی طور پر محدود کرنا اور اس کے علاوہ اللہ کے بندوں میں ظلم و فساد کو پھیلانا ہے لیکن حضور ﷺ یا معصوم یا وہ شخص جو ان کی طرف سے نائب ہے ان کے سیاست کی بنیاد، لوگوں اور اللہ کے بندوں میں رحمت اور دوستی پھیلانا، لوگوں کو سوچنے اور فکر کرنے کی طرف ہدایت کرنا، معاشرے میں عدل و انصاف فراہم کرنا اور لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنا اور معاشی آسانیاں پیدا کرنا ہے.

---

[1] - مائدہ، 50.

[2] - مائدہ، 44.

[3] - مائدہ، 45.

[4] - مائدہ، 47.

طاغوت صرف خود اور اپنی سلطنت کی بقا کے بارے میں سوچتا ہے، لیکن حضورﷺ کا مقصد، لوگوں اور ان کو اندھیروں سے نور کی طرف ہدایت کرنا اور ان کے درمیان عدل و انصاف کو پھیلانا ہے.

اس صورت میں، کیا یہ عقلمندی ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حضورﷺ کی رحلت کے بعد اپنے حال پر چھوڑ دے؟ اس کے بغیر کہ ان کے لیے کوئی معصوم امام کا تعیین کرے تا ان کے دین کا محافظ ہو اور لوگوں میں عدل و انصاف پھیلا دے؟ یہ چیز کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟ جبکہ وہ حکیم و خبیر ہے جو اس آیتِ کریمہ کے مطابق «الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ» (مرد حضرات عورتوں کا سرپرست اور قائم ہیں)، معاشرے کا سب سے چھوٹا عضو، یعنی ایک گھر کو بھی بغیر سرپرست کے نہیں چھوڑا! تو کیا یہ عقلمندی ہے کہ ہم کہیں کہ اللہ تعالیٰ امتِ اسلامی کو امام و جانشین تعیین کئے بغیر چھوڑے ہوئے ہے؟ تا آخر کار، مسلمین کے امور کی سرپرستی، یزید بن معاویہ جیسے اللہ کے دشمنوں کے ہاتھ پہنچے تا کہ وہ امام حسین علیہ السلام کو شہید کر دے، مدینہ میں قتل و خون ریزی کرے اور اللہ کے گھر کو منجنیق سے نقصان پہنچائے؟!

اگر ایک چھوٹی کشتی کو تصور کریں جس میں کچھ ملاح اور خدمت گذار کام میں مصروف ہوں، کیا (اس کشتی) کا مالک اسے کپٹن کے بغیر رہا کرے گا؟! اگر مالک ایسے کر دے اور کشتی پانی میں ڈوب جائے، کیا یہ انصاف نہیں کہ ہم کہیں کہ اس کا مالک، نادان اور جاہل تھا؟ حال ہم کیسے مانیں کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اس کشتی کو جو اس کے تمام بندگان سے پُر ہے، اس متلاطم فضا میں، رہبر کے بغیر رہا کیا ہے؟!

خطرناک جھگڑے جو آجکل اس بندوں کے درمیان موجود ہیں، اس کشتی کو ڈوبنے اور اس کے اجزا کو فضا میں بکھیرنے کے لیے کافی ہیں. کیا یہ عقلمندی ہے کہ اس کشتی کے مسافروں کو بغیر کوئی شریعت اور قانون الٰہی اور بغیر عادل و معصوم رہنما کے کہ جو اس شریعت اور قانون کو نافذ کرے، چھوڑ دیا جائے؟! اللہ سبحان و متعال حکیم عادل ملک قدوس اس نسبتوں سے پاک ہے!

ہم مسلمان کے عنوان سے، اس عقیدہ پر متفق ہیں کہ اس دور میں شرع و قانون، وہی دین اسلام، تمام ادیان کے ختم کرنے والے دین ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے عادل پاک اور معصوم اماموں کو معین فرمایا تا کہ دین و دنیا کے امور کو عدل و انصاف سے نمٹا دے؛ لیکن طاغوتوں نے ان کے حق کو غصب کیا

اور ظلم و جبر سے ان کے مقام ہدایت پر قابض ہوگئے اور لوگوں نے بھی ان پاک رہبروں کو تنہا چھوڑ دیا اور انہیں مدد نہیں پہنچائی اور اپنا فائدہ کھو بیٹھے اور اپنے رب کے غضب سے دوچار ہوگئے.

تمام مسلمین اس بات پر کہ ان اماموں کی تعداد بارہ نفر ہیں اتفاقِ نظر رکھتے ہیں جیسے کہ صحیح اور متواتر طور پر حدیث نبوی میں آیا ہے[1] اور ہم کہتے ہیں کہ ان کا پہلا حضرت علی علیہ السلام ہے اور ان کے آخر میں مہدی علیہ السلام ہے. خلفاکے بارے میں حدیث ہے کہ «میرے بعد بارہ افراد ہیں» محقق نہیں ہوگا مگر انہی افراد کے ساتھ۔ ان کے ایک ایک فرد نے امامت اور امت کے دین و دنیا کے سرپرستی کا ادعا کیا اور اپنے بعد والے فرد پر صریح طور پر اقرار کیا جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ (ان کے) نام ذکر کرتے ہوئے ان سب پہ اقرار فرمائے تھے.

تمام لوگ تمام ادوار میں اتفاق نظر رکھتے ہیں کہ وہ حضرات علیہم السلام اپنے دور میں سب سے زیادہ کامل انسان اور دانا افراد تھے. اور کہیں بیان نہیں ہوا کہ ان میں سے کوئی بھی فرد علم کو کسی اور سے سیکھا ہو بلکہ ان کا علم لدنی طور پہ الہام کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے. وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ اور ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور قرآن ان کی امامت پر گواہی دیتا ہے اور وعدہ دیتا ہے کہ جو شخص ان کے کفر اختیار کرے وہ اہلِ جہنم میں سے ہوگا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: «أَمْ يحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللّهُ

---

[1] - احمد، کتاب مسند میں سند کے ساتھ روایت کرتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا:

«دین ہر وقت قائم رہے گا جب تک قریش میں سے بارہ خلیفہ ہوں گے» ج 5، ص 86. ویسے ہی جابر بن سمرہ سے روایت کی گئی کہ انھوں نے کہا: سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے حجۃالوداع میں فرمایا:

«اس دین کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اس شخص کی وجہ سے جو ظاہراً اس سے دشمنی کرتا ہے اور یا اس شخص کی وجہ سے جو اس کی مخالفت کرتا ہے یا اس سے جدا ہوتا ہے اس وقت تک کہ بارہ خلیفہ میری امت میں موجود ہیں. کہا: پھر انھوں نے کچھ فرمایا جو میں نے سمجھا نہیں، اپنے والد سے پوچھا انھوں نے کیا فرمایا؟ والد نے کہا: انھوں نے فرمایا: «وہ سب قریش میں سے ہیں» ج 5، ص 87 مسلم اپنی کتاب صحیح میں اسی حدیث کو کچھ اختلاف کے ساتھ روایت کرتا ہے: ج 6، ص 3 اور ابوداود بھی اپنی کتاب سنن میں اور اضافی مطالب کے ساتھ، روایت کی ہے رجوع کریں سنن ابوداود ج 2، ص 309 اور اسی ترتیب سے دوسرے منابع میں بھی روایت کی گئی ہے نبی کے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے.

من فَضلِهِ فقَدْ آتينا آلَ إبْراهِيمَ الْكتابَ والْحِكمَة وَآتَيناهُم مُلْكاً عَظِيماً * فمِنهُم مَّنْ آمَنَ بِهِ ومِنْهُم مَّن صَدَّ عَنْهُ وكفَى بِجهَنَّمَ سَعِيراً».[1] (یا کیا وہ ان لوگوں سے حسد کرتے ہیں جنہیں خدا نے اپنے فضل و کرم سے عطا کیا ہے؟ تو پھر ہم نے آلِ ابراہیم کو کتاب و حکمت اور ملک عظیم سب کچھ عطا کیا ہے* پس ان میں سے کچھ اس پر ایمان لے آئے اور کچھ نے رو گردانی کی اور (ان کے لیے) جہنم کی بھڑکتی آگ ہی کافی ہے)

تمام امت مسلمہ ان کے آخری (فرد) کی امامت پر متفق ہے۔ ان کے آخری وہی مھدی علیہ السلام ہیں اور ان کا منکر ویسا ہی ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منکر ہو اور اس کے بارے میں جو احادیث نقل کی گئیں ہیں، سینکڑوں کی تعداد میں ہیں. افسوس کے ساتھ بہت سارے لوگ جو اپنے آپ کو مسلمان پکارتے ہیں ان کے مبارک ظہور کے وقت آنحضرت کو انکار کریں گے اور ضلالت اور گمراہی کے سربراہ، یعنی سفیانی سے جاملیں گے جو کہ اسلام اور مسلمین کی دفاع کا دعویٰ کرتا ہے.

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: «أفرَأيتَ مَنِ اتَّخذَ إلَهَهُ هَواهُ وأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَى عِلْمٍ وخَتَمَ عَلَى سَمْعِهِ وقَلْبِهِ وجَعَلَ عَلَى بَصَرِهِ غِشَاوَةً فمَن يهْدِيهِ مِن بَعْدِ اللَّهِ أفلَا تذكرُونَ ».[2] (کیا آپ نے اس شخص کو بھی دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش ہی کو خدا بنالیا ہے اور خدا نے اسی حالت کو دیکھ کر اسے گمراہی میں چھوڑ دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی ہے اور اس کی آنکھ پر پردے پڑے ہوئے ہیں؟ خدا کے بعد کون ہدایت کر سکتا ہے؟ کیا تم اتنا بھی غور نہیں کرتے ہو؟)

لوگ آنحضرت (مہدی علیہ السلام) کو ان کی نشانیوں اور معجزوں سے پہچانیں گے لیکن اس کی تاویل کریں گے اور لشکر سفیانی کی تباہی کو ایک معمولی حادثہ سمجھیں گے، جس طرح کہ لشکر ابرھہ کی نابودی کی وجہ کو «وبا» بیان کیا نہ کہ عذاب الٰہی!

---

[1] - نساء، 54-55.

[2] - جاثیہ، 23.

اولین امام علی علیہ السلام کی امامت پر مبنی اسناد اور مدارک انتہائی زیادہ اور گنتی سے باہر ہیں، منجملہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ارشاد: (أقضاكم علي).[1] (تم میں سے سب سے حاکم علی ع ہیں)؛ (سلموا عليه بأمرة المؤمنين)[2] (ان کو امیر المومنین کے لفظ سے سلام کریں)؛ (أنت الخليفة من بعدي)[3] (میرے بعد، تم خلیفہ اور جانشین ہو)؛ (أنت وليّ كل مؤمن و مؤمنة بعدي)[4] (میرے بعد، تم ہر مومن اور مومنہ کے ولی ہو)؛ (أنت منّي بمنزلة هارون من موسى)[5] (تمہاری مجھ سے ویسی ہی نسبت ہے جیسی ہارون کی موسیٰ سے تھی) اور ہارون، موسی علیہ السلام کے خلیفہ و جانشین ان کی حیات کے دور میں تھے.

---

[1] - شرح نہج البلاغہ ابن ابي الحديد، ج 1، ص 18، احکام قران ابن عربی، ج 4، ص 43؛ تفسیر قرطبّی، ج 15، ص 162؛ مستعفی غزالی، ص 170؛ تاریخ دمشق، ج 51، ص 300.

[2] - اقتصاد طوسی، ص 203؛ النکت اعتقادی مفید، ص 41؛ یقین ابن طاووس، ص 312؛ بحار الانوار، ج 37، ص 111.

[3] - رسایل دہ گانہ طوسی، ص 97؛ حاکم حسکانی «شواہد التنزیل» میں روایت کرتا ہے: انس نے کہا: رسول اللہ کے دور میں ایک تارا نیچے گرا. انھوں نے فرمایا: (اس تارا کو دیکھیں، جس گھر میں گر جائے، وہ میرے بعد کا خلیفہ ہے) ہم نے اس کی طرف نظر دوڑائی اور دیکھا کہ وہ (تارا) علی بن ابیطالب کے گھر گرا. ایک گروہ نے کہا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی علیہ السلام کی دوستی میں گمراہ ہو چکا ہے.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: «وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَى * مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى * وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَى * إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى» (قسم ہے ستارہ کی جب وہ ٹوٹا * تمہارا ساتھی نہ گمراہ ہوا ہے اور نہ بہکا* اور وہ اپنی خواہش سے کلام بھی نہیں کرتا ہے* اس کا کلام وہی وحی ہے جو مسلسل نازل ہوتی رہتی ہے) شواهد التنزيل ج 2، ص 276

[4] - ینابع المودة، ج 1 ص 112؛ رسایل دہ گانہ طوسی، ص 97 اور کچھ کم اختلاف سے بہت سارے منابع میں ذکر ہے.

[5] - مسند احمد، ج 1 ص 179 و ج 6 ص 396؛ صحیح مسلم، ج 7 ص 120؛ بخاری کم اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے ج 4، ص 208.

جس طرح آیہ مباہلہ میں ذکر ہے، ان کا نفس، نفس رسولﷺ کی مانند ہے: «فَمَنْ حَآجَّکَ فِيهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْاْ نَدْعُ أَبْنَاءنَا وَأَبْنَاءکُمْ وَنِسَاءنَا وَنِسَاءکُمْ وَأَنفُسَنَا وأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَةَ اللّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ».[1] (پیغمبر علم کے آجانے کے بعد جو لوگ تم سے جدل کریں ان سے کہہ دیجئے کہ آؤ ہم لوگ اپنے اپنے فرزند, اپنی اپنی عورتوں اور اپنے اپنے نفسوں کو بلائیں اور پھر خدا کی بارگاہ میں دعا کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت قرار دیں)

تمام مفسرین اس بات پر اتفاق نظر رکھتے ہیں کہ حضورﷺ مباہلہ کے لیے علی، فاطمہ اور حسنینؑ کو ساتھ لیکر گئے: عورتوں میں سے، حضرت فاطمہؑ کیونکہ آنحضرت ازل سے قیامت تک سرور زنان عالم ہیں؛ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراھیمؑ کے بارے میں فرمایا کہ وہ ایک امت ہے جبکہ وہ صرف ایک نفر تھے[2] اولاد میں سے حسنینؑ (امام حسن و امام حسینؑ) تھے جیساکہ اس بات میں کوئی اختلاف نہیں اور نفس رسولﷺ حضرت امام علیؑ ہی ہیں.[3]

---

[1] - آل عمران، 61.

[2] - انھوں نے اس آیہ کی طرف اشارہ فرمایا: «اِنّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَکُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ»(بیشک ابراہیمؑ ایک مستقل امّت اور اللہ کے اطاعت گزار اور باطل سے کترا کر چلنے والے تھے اور مشرکین میں سے نہیں تھے) نحل، 120.

[3] - جو فخر رازی نقل کرتا ہے، اس بات کے لیے کافی ہے: «روایت ہوئی ہے کہ جب آنحضرتﷺ نے نجران کے عیسائیوں کے لیے دلائل کو پیش فرمایا، انھوں نے اپنی نادانی پر اصرار کیا، حضورﷺ نے فرمایا: (اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا اگر حجت کو نہیں مانتے ہو تم سے مباھلہ کردوں). انھوں نے کہا: اے اباالقاسم، ہم واپس جائیں گے اور سوچیں گے اور پھر آپ کی طرف لوٹیں گے. جب وہ لوگ واپس چلے گئے اپنے بازماندہ (بچے ہوئے) لوگ جو صاحبان رائے تھے ان سے مخاطب ہو کر بولے: اے عبدالمسیح، آپ کا کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: (اللہ کی قسم اے عیسائیوں، محمد، بھیجا گیا نبی ہے اور حق کے کلام کے ساتھ آپ کے دوست کی طرف سے آپ کے ہاں آئے آیا ہے۔ اللہ کی قسم کسی رسول نے کسی قوم سے مباہلہ نہیں کیا مگر یہ کہ ان کا بزرگ زندہ نہ رہا اور ان کے بچہ بڑا نہیں ہوا. پھر بھی اگر (مباھلہ) کروگے تو تمہارا نصیب نابودی ہے. تو پھر باز آجائیں تاکہ اپنے دین اور جس پہ اعتقاد رکھتے ہو باقی رہے۔ اس مرد کو چھوڑ دو اور اپنی

لیکن ایک گروہ ادعا کرتا ہے کہ اس آیت میں نفسِ رسول ﷺ سے مراد خود رسول ﷺ ہی ہیں؛ یہ ان لوگوں کا ادعا ہے جو اپنے ہوای نفس سے تبعیت کرتے ہیں اور اللہ سبحانہ کے کلام کو بازیچہ بنائے ہوئے ہیں۔ ہر گز ایسا نہیں اور اللہ سبحانہ تعالیٰ لغو اور بیہودہ گوئی سے بالاتر ہے کیا یہ معنی رکھتا ہے کہ انسان اپنے نفس کو جو حاضر ہے، ایک کام پر دعوت دے؟! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: «إِنَّمَا وَلِيكُمُ اللّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُواْ الَّذِينَ يقِيمُونَ الصَّلاَةَ وَيؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ».[1] (ایمان والو بس تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسول اور وہ صاحبانِ ایمان جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکات دیتے ہیں)

سرزمین کی طرف واپس لوٹ جاؤ) رسول اللہ ﷺ نکل گئے جبکہ سیاہ موین عبا پہنے ہوئے تھے حسین کو اپنے گود میں لئے ہوئے تھے اور حسن کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے فاطمہ ان کے پیچھے پیچھے آرہیں تھیں اور علی فاطمہ کے پیچھے پیچھے؛ جبکہ آنحضرت ﷺ فرمارہے تھے: (جب میں پڑھ لوں، امن سے رہیں) اسقف نجران نے کہا: (اے عیسائیوں! میں ایسے چہروں کو دیکھ رہا ہوں کہ اگر اللہ سے کہیں کسی پہاڑ کو اپنی جگہ سے اکھاڑے، تو اکھڑ جائے گا؛ مباہلہ مت کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور قیامت کے دن تک زمین پر کوئی عیسائی باقی نہیں رہے گا)۔ پھر انھوں نے کہا: اے ابا القاسم، ہم آپ سے مباہلہ نہیں کریں گے اور آپ کے دین پر اقرار نہیں کریں گے، پھر آنحضرت (جن پر اللہ کا درود ہو) نے فرمایا: (ابھی جب مباہلہ سے روگران ہوئے، تو مسلمان ہو جاؤ تا جو کچھ مسلمانوں کے لیے ہے آپ کے لیے بھی ہو اور جو کچھ مسلمانوں کے لیے ناجائز ہے (محرمات) آپ کے لیے بھی ناجائز ہو) انھوں نے نہیں مانا۔ پھر آنحضرت نے فرمایا: (تم لوگ کو جنگ کی دعوت دیتا ہوں) انھوں نے کہا عرب کے ساتھ جنگ لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے لیکن آپ سے صلح کریں گے تاکہ ہم سے جنگ نہیں کریں اور ہمیں اپنے دین سے نہیں پلٹائیں اور اس کے عوض میں ہر سال دو ہزار ار جوڑے کپڑے دیں گے: ہزار جوڑے صفر میں اور ہزار رجب میں اور تین سو آہنی زرہ کے علاوہ۔ آنحضرت ان کے ساتھ صلح فرمایا اور ارشاد فرمایا: (اس کی قسم جس کے ہاتھ میری جان ہے۔ اھل نجران پر ہلاکت سایہ بنا ہوا تھا اور اگر لعن ہو جاتے تو بندر اور سور کی صورت میں مسخ ہو جاتے اور ان پر صحرا میں آگ برستی اور نجران اور اس کے رہنے والوں کو جڑ سے ختم کردیتا، حتی ان کے درختوں پر پرندے تک اور تمام عیسائیوں کا حال ایسا ہی ہو جاتا، تا سبھی ہلاک ہو جاتے...) تفسیر رازی، ج 8، ص 85.

[1] - مائدہ، 55.

تقریباً اکثر مفسرین امیر مؤمنین علی علیہ السلام کی شان میں اس آیت کے نزول پر اتفاقِ نظر رکھتے ہیں؛ جب حالت رکوع میں (آنحضرت نے) اپنی انگوٹھی ایک مانگنے والے فرد کو اللہ کے راستے میں صدقہ کے طور پر بخشی. [1] اس آیت میں، فعل جمع آنحضرت کے بعد انکے تمام گیارہ اولاد پر دلالت کرتا ہے جو کہ اس ترتیب سے آنحضرت علیہ السلام اور ان کے تمام گیارہ افراد جو فاطمہ علیہا السلام سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد بھی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مسلمین کے امور سنھبالنے کے لیے سب سے شائستہ افراد ہیں، کیونکہ ان کی ولایت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولایت سے مشتق ہوئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولایت الٰہی ولایت سے مشتق ہوئی ہے.

نیتجتاً اس آیت میں آنحضرت کی ولایت الٰہی ولایت سے ہمکنار ہو گئی ہے لہٰذا ان کے بغیر حکومت کا قبضہ اور مسلمین کے دینی و دنیوی امور کی تدبیر دوسرے افراد کے ذریعے ہونے پر کوئی مطلب ہی نہیں

---

[1]۔ علماے عامہ (سنی) کے بزرگ صریح طور پہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے جو حاکم حسکانی اور فخر رازی، ابوذر غفاری کی قول سے روایت کرتے ہیں ہمارے لیے کافی ہے. انھوں نے کہا: ایام میں سے ایک دن میں. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز ظہر ادا کر رہا تھا. مانگنے والا نے مسجد میں مدد طلب کیا کسی نے اسے کچھ نہیں دیا. مانگنے والا نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیا اور کہا بارالہا! گواہ رہنا کہ رسول اللہ کی مسجد میں مدد طلب کیا اور کسی نے مجھ کچھ نہیں دیا. علی علیہ السلام حالت رکوع میں تھے. بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی جس میں انگوٹھی تھی اس کی طرف اشارہ کیا. مانگنے والے شخص نے قبول کیا اور انگوٹھی کو ان کی چھوٹی انگلی سے باہر نکالا. یہ عمل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نظروں کے سامنے انجام پایا. جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوگئے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور ارشاد کیا: (بارالہا، میرے بھائی موسیٰ نے آپ سے درخواست کی اور کہا: بارالہا میں محمد نبی اور تمہارا منتخب ہوں. خدایا، میرا سینہ کشادہ فرما اور میرے کام کو آساں بنادے اور علی کو جو کہ میرا بھائی اور اہل ہے میرا وزیر مقرر فرما اور میرے پشت کو اس کے ذریعے مضبوط بنادے) پھر قرآن ناطق ان پر نازل ہوگیا: «ہم نے تمہیں تمہارے بھائی کے ذریعے مدد دی» ابوذر نے کہا: اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام ابھی مکمل نہیں ہوا تھا کہ جبرئیل نازل ہوئے اور کہا اے محمد آپ پر گوارا ہو جو چیز اللہ نے آپ کے بھائی کے ذریعے عطا کی۔ انھوں نے فرمایا: اے جبرئیل، وہ کیا ہے؟ کہا: اللہ نے قیامت کے دن تک ان کی دوستی پہ امر فرمایا اور قرآن میں اس طرح آپ پر نازل فرمایا: «اِنَّمَا وَلِيكُمُ اللّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُواْ الَّذِينَ يقِيمُونَ الصَّلاَةَ وَيؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ» شواہد التنزیل، ج1، ص230؛ فخر رازی اپنے تفسیر میں، ج12، ص26.

رکھتا. اللہ تعالیٰ فرماتا ہے«يا أيها الَّذين آمَنوا أطِيعُوا اللّهَ وأطِيعُوا الرَّسُول وأُولِي الأمْرِ مِنكمْ»[1] (ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو رسول اور صاحبانِ امر کی اطاعت کرو)

یہاں اولوالامر سے مراد حضورﷺ کے بعد بارہ معصوم ائمہ علیہم السلام ہیں؛ اگر مراد ان کے غیر افراد ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس فرد کی مطلقاً تبعیت کرنے کا حکم دیتا ہے جس سے گناہ سرزد ہوتا رہا ہو یا کوئی خطا کرتا رہا ہو کیونکہ اس فرد کی اطاعت اللہ کی اطاعت سے ہمکنار ہوئی ہے جو کہ یہ صحیح نہیں ہو سکتا۔ اس صورت میں اس کا معنا یہ ہے کہ اللہ ہمیں اپنے دشمنوں یا کم سے کم اپنی معصیت کرنے پہ فرمان دیا ہے! (اللہ کی پناہ)

واضح ہوا کہ حضورﷺ کے بعد جس شخص کی اطاعت کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ علی اور ان کے معصوم اولاد علیہم السلام ہیں اور ان کا گناہ سے پاک ہونا (عصمت) قرآن میں واضح طور پر مذکور ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے.«إنَّمَا يرِيدُ اللَّهُ لِيذْهِبَ عَنكمُ الرِّجْسَ أهْلَ الْبيتِ ويطَهِّرَكمْ تَطْهِيراً »[2] (بس اللہ کا ارادہ یہ ہے اے اہلبیت کہ تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے)

جس طرح تمام مفسرین نے تشریح کی ہے، حضورﷺ نے بھی واضح طور پر اعلان فرمایا کہ اہلِ بیت سے مراد علی، فاطمہ، حسین و حسین علیہم السلام ہیں.[3]

---

[1] - نساء، 59.

[2] - احزاب، 33.

[3] - احمد اپنے مسند میں روایت کیا ہے: شداد ابی عمار نے کہا: وائلہ بن اسقع کے پاس آیا جب وہ ایک گروہ کے ساتھ تھا. علی کا ذکر پیش آیا. جب کھڑا ہو گیا تو مجھے کہا: کیا تمھیں اس چیز سے آگاہ نہ کروں جو رسول اللہﷺ سے دیکھی ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں. اس نے کہا: فاطمہ کے محضر میں حاضر ہوا اور علی کے بارے میں پوچھا. انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہﷺ کے پاس چلے گئے. میں بیٹھ گیا اور انتظار کیا حضورﷺ تشریف فرما ہوئے جبکہ ان کے ساتھ علی و حسن و حسین تھے ان سب کے ہاتھوں کو تھامے ہوئے گھر میں داخل ہوئے. علی و فاطمہ آگے آئے اور ان کے ہاں حسن و حسین ان کے رانوں پر بیٹھے ہوئے تھے. پھر ان پر اپنے قمیص یا لباس رکھا اور اس آیت کو تلاوت فرمایا: «إنَّمَا يرِيدُ اللَّهُ لِيذْهِبَ

حضورﷺ نے حجۃ الوداع میں غدیر خم کے نام ایک علاقے میں ظہر کے وقت فرمایا: (أیها الناس الست أولی بکم من أنفسکم؟ قالوا بلی یا رسول‌الله. قال فمن کنت مولاه فهذا علی مولاه؛ اللهم، وال من والاه وعاد من عاداه وانصر من نصره واخذل من خذله، و ادر الحق معه

عَنكمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبيتِ وَيطَهِّرَكمْ تَطْهِيراً » (بارالہا، یہ میرے اهل بیت ہیں، یہ میرے اهل بیت ہیں) مسند احمد، ج4، ص107.

مسلم اپنے صحیح میں روایت کرتا ہے: عائشہ نے کہا: حضورﷺ صبح کے وقت باہر نکلے. سیاہ مویین چادر اوڑھے ہوئے تھے. حسن بن علی آئے اور داخل ہوئے پھر حسین آئے اور ان کے ساتھ داخل ہوئے. پھر فاطمہ آئی اور ان کو داخل فرمایا پھر علی آئے اور ان کو داخل فرمایا. پھر فرمایا: «إِنَّمَا یرِیدُ اللَّهُ لِیذْهِبَ عَنکمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَیتِ وَیطَهِّرَکمْ تَطْهِیراً » صحیح مسلم، ج7، ص130.

ترمذی روایت کرتا ہے: عمر بن ابی سلمہ حضورﷺ کے سوتیلا بیٹا نے کہا: (جب یہ آیت حضورﷺ پر نازل ہوئی:«إِنَّمَا یرِیدُ اللَّهُ لِیذْهِبَ عَنکمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَیتِ وَیطَهِّرَکمْ تَطْهِیراً» حضورﷺ ام سلمہ کے گھر میں، فاطمہ اور حسن اور حسین کو بلایا اور ان پر کپڑا اچڑھایا. ان کے بعد علی آئے اور ان پر بھی کپڑا اچڑھایا. پھر فرمایا: (بارالہا! یہ لوگ میرے اهلِ بیت ہیں ناپاکی کو ان سے دور کر اور ان کو مکمل طور پر پاک فرما). ام سلمہ نے کہا: اے رسول خدا میں بھی ان کے ساتھ ہوں. انھوں نے فرمایا: تم اپنے مقام پر ہو اور تم خیر پر ہو) سنن ترمذی، ج5، ص30.

فخر رازی کہتا ہے: (آنحضرتﷺ سے روایت ہوئی ہے کہ جب آپ کالی چادر اوڑھ کر باہر نکلے حسن آئے اور (آنحضرت نے) ان کو چادر میں داخل کیا. حسین آئے اور (آنحضرت نے) ان کو چادر میں داخل کیا. پھر فاطمہ اور پھر علی آئے پھر آنحضرتﷺ نے فرمایا:«إِنَّمَا یرِیدُ اللَّهُ لِیذْهِبَ عَنکمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَیتِ وَیطَهِّرَکمْ تَطْهِیراً»احزاب ،33 اور جان لو کہ اس روایت کی صحت اهل تفسیر اور حدیث میں صحیح (محکم) ہے) تفسیر رازی، ج8، ص85.

ثعلبی اپنے تفسیر (ج5، ص38) میں بیان کرتا ہے: ابن حجر سے : «اور ابن حجر نے کہا،«إِنَّمَا یرِیدُ اللَّهُ لِیذْهِبَ عَنکمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَیتِ وَیطَهِّرَکمْ تَطْهِیراً ».. مفسرین زیادہ تر اتفاق نظر رکھتے ہیں کہ یہ آیت علی، فاطمہ، حسن و حسین کی شان میں نازل ہوئی ہے» صواعق المحرقۃ، ص143 ط. مصر اور ط. بیروت، ص220، گیارھواں باب ان میں بیان ہوئی آیات میں سے پہلی آیت دوسرے منابع کی طرف رجوع بھی کر سکتے ہیں.

حیثما دار)[1] (اے لوگوں کیا میں تم پر تمہاری ذات سے بھی زیادہ حق نہیں رکھتا؟ لوگوں نے کہا: کیوں نہیں اے رسول خدا. پھر ارشاد فرمایا: جس جس کا میں مولا ہوں اس اس کا یہ علی مولا ہے. اے اللہ تو اس کو دوست رکھ جو علی کو دوست رکھے اور اس کو دشمن رکھ جو علی کو دشمن رکھے، اس کی مدد کر جو علی کی مدد کرے اور اس کو رسوا کر جو علی کو رسوا کرے اور حق کو ادھر موڑ دے جدھر علی مڑیں)

اس حدیث میں، حضورﷺ اپنے بعد حضرت علیؑ کی ولایت کو اثبات کرتے ہیں. حضورﷺ مؤمنین کی جان اور مال سے زیادہ ان پر حق رکھتے ہیں۔ اور یہ حدیث حضورﷺ سے متواتر ہے اور اس کا منبع مسلمانوں کی درجنوں کتابوں میں آیا ہے. بیان ہوا ہے کہ حضورﷺ نے اپنے خطبے کے بعد حجۃ الوداع میں ایک جگہ کہ جس کا نام غدیر خم تھا مسلمانوں سے درخواست فرمائی کہ حضرت علیؑ سے بیعت کریں اور اس وقت ابو بکر، عمر اور سلمان آنخضرت (علیؑ) سے امیر المؤمنین کے نام سے بیعت کی[2]. ہم سے اور ویسے ہی ان سے پوچھا جائے گا۔ اس دن کہ جس میں مال اور اولاد کوئی نفع نہیں دے گا مگر ان لوگوں کیلئے جو قلب سلیم سے اللہ کے محضر میں پیش ہوں گے.

---

[1] - عبد الرحمٰن احمد بکری اپنی کتاب عمر بن خطاب کی زندگی کے حوالے سے لایا ہے: (محمد بن احمد بیرونی خوارزمی متوفی 440 ہجری ذی حجہ کا مہینے کے واقعات کے بارے میں کہا ہے: آج، اٹھارھواں غدیر خم کے نام سے پکارا جاتا ہے جو کہ ایک جگہ کا نام ہے جس میں رسول اللہﷺ حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت وہاں رک گئے. سامان اور زینوں کو اکٹھا کیا. ان پر چڑھے جبکہ علی بن ابی طالبؑ کے بازو تھامے ہوئے تھے اور فرمایا: اے لوگوں کیا میں تمہاری ذات سے بھی زیادہ تم پر حق نہیں رکھتا؟ لوگوں نے کہا: کیوں نہیں اے رسول خدا انھوں نے فرمایا: جس جس کا میں مولا ہوں اس اس کے یہ علی مولا ہیں. اے اللہ تو اس کو دوست رکھ جو علی کو دوست رکھے اور اس کو دشمن رکھ جو علی کو دشمن رکھے، اس کی مدد کر جو علی کی مدد کرے اور اس کو رسوا کر جو علی کو رسوا کرے اور حق کو ادھر موڑ دے جدھر علی مڑیں اسی طرح ایک اور روایت ہے کہ اپنے سر مبارک آسمان کی طرف بلند فرمایا اور ارشاد کیا: بارالھا کیا میں نے تین بار ابلاغ نہیں کیا؟) خلیفہ عمر بن خطاب کی زندگی کے حوالے سے، ص 321.

[2] - تاریخ دمشق، ج 42، ص 220؛ بدایۃ و نہایۃ، ج 7، ص 386 اور وہ سب منابع جس میں واقعۃ غدیر خم کا ذکر موجود ہے.

لیکن حضرت علی علیہ السلام کی نسل سے اماموں کے بارے میں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق ایک ایک کرکے ان کا ذکر فرمایا: (جابر نے) کہا: جب اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: «يا أيها الَّذين آمَنواْ أَطِيعُواْ اللّهَ وَأَطِيعُواْ الرَّسُولَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنكمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّهِ وَالرَّسُولِ إِن كنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ ذَلِك خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلا».[1] (ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو رسول اور صاحبانِ امر کی اطاعت کرو جو تم ہی میں سے ہیں پھر اگر آپس میں کسی بات میں اختلاف ہو جائے تو اسے خدا اور رسول کی طرف پلٹا دو اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھنے والے ہو۔یہی تمہارے حق میں خیر اور انجام کے اعتبار سے بہترین بات ہے)

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محضر میں عرض کیا: اے رسول خدا، ہم نے اللہ کی معرفت حاصل کی اور اس کی اطاعت کی اور پھر آپ کو پہچانا اور آپ کی تبعیت کی، لیکن اولوالامر جو کہ اللہ نے ہمیں ان کی اطاعت کا حکم دیا ہے کون لوگ ہیں؟... انھوں نے فرمایا: (هم خلفائی یا جابر وأولياء الأمر بعدي أولهم أخي علي علیہ السلام ثم من بعده الحسن علیہ السلام ثم ولده الحسين علیہ السلام ثم علی بن الحسين علیہ السلام ثم محمدبن علی علیہ السلام و ستدركه يا جابر فإذا أدركته فأقرأه من السلام. ثم جعفربن محمد علیہ السلام ثم موسى بن جعفر علیہ السلام ثم علی بن موسى الرضا علیہ السلام ثم محمدبن علی علیہ السلام ثم علی بن محمد علیہ السلام ثم الحسن بن علی علیہ السلام ثم محمدبن الحسن علیہ السلام يملئ الأرض قسطاً وعدلاً كما ملئت جوراً و ظلماً)[2] (اے جابر، وہ لوگ جانشین اور اولیای امر میرے بعد میں ہوں گے؛ ان کا پہلا میرے بھائی علی علیہ السلام پھر ان کے بیٹے حسن و حسین علیہما السلام، پھر ان کے بعد علی بن حسین علیہ السلام، محمد بن علی علیہ السلام اور تمہاری عمر ان کے دور تک لمبی ہوگی، جب اسے دیکھا، میرا اسلام ان کو

[1] - نساء، 59.

[2] - نافع یوم الحشر گیارھویں باب میں، ج115، یہ معنی کچھ اختلاف کے ساتھ نیچے دیئے گئے منابع میں آیا ہے. کمال الدین، ص285؛ کفایۃ الاثر، ص45، احتجاج، ج1، ص87 اور تمام منابع میں.

پہنچادیں؛ ان کے بعد جعفر بن محمدؑ، موسی بن جعفرؑ، علی بن موسی الرضاؑ، محمد بن علیؑ، علی بن محمدؑ، حسن بن علیؑ اور محمد بن الحسنؑ جو تشریف لانے سے دنیا کو عدل و انصاف سے پر کرے گا اس کے بعد کہ ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی)

جیسا کہ حضورﷺ نے حسینؑ کے بارے میں فرمایا: (یہ میرا بیٹا حسین، امام، امام کا بیٹا اور امام کا بھائی ہے اور 9 اماموں کا باپ ہوگا جو ان کا نواں (فرد) ان کا قائم اور ان میں سے سب سے عالی مقام ہوگا)[1]

سورہ قدر بھی ان کی امامت پر گواہی دیتی ہے اور ان پر شب قدر میں ملائکہ اور روح کے ساتھ امر کا نازل ہونا حضورﷺ کی رحلت کے بعد اس بات پر گواہی دیتا ہے و گرنہ حضورﷺ کی رحلت کے بعد (یہ سلسلہ) ختم ہو جاتا جو کہ یہ (بات) باطل ہے. (کیونکہ) حضورﷺ کے بعد شب قدر ویسے ہی باقی ہے اور ماہ رمضان کے آخری دس راتوں میں واقع ہوتی ہے.[2]

---

[1] - نافع یوم المحشر گیارھویں باب میں، ص 115؛ یہی معنی کچھ کم اختلاف کے ساتھ درج ذیل منابع میں موجود ہے، رسایل دہ گانہ طوسی، ص 89، نکت اعتقادی، ص 43؛ بحار الانوار، ج 36، ص 372 اور باقی تمام منابع میں.

[2] - کلینی ابو جعفر امام محمد تقیؑ سے روایت کرتا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا: (اے گروہ شیعہ، سورہ (انا انزلناہ) سے (اہل سنت کے ساتھ) مخاصمہ اور مباحثہ کریں تا کہ فتحیاب ہو جائیں۔ اللہ کی قسم کہ وہ سورہ حضورﷺ کے بعد، لوگوں پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی حجت ہے. وہ سورہ، تمہارے دین کا سرور اور ہمارے علم کی انتہا ہے. اے گروہ شیعہ حا میم کیساتھ «حم * وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ * إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيلَةٍ مُّبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ»-دخان 1-3 (حم ہم نے اس قرآن کو ایک مبارک رات میں نازل کیا ہے ہم بیشک عذاب سے ڈرانے والے تھے) مخاصمہ کرو کیونکہ یہ آیات حضور کے بعد امر امامت کے والیوں کے لیے مختص ہیں۔ اے گروہ شیعہ! اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: «وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خلَا فِيهَا نَذِيرٌ»-فاطر 24 (اور کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس میں کوئی ڈرانے والانہ گزرا ہو) ایک شخص نے کہا: اے ابا جعفر، امت کے بیم دہندہ، محمدﷺ ہیں. انھوں نے فرمایا: صحیح کہا لیکن کیا حضورﷺ کے پاس اپنی حیات میں کوئی چارہ تھا مگر یہ کہ اپنے نمائندے زمین کے مختلف اطراف میں بھیجے؟ (اس شخص نے) کہا: نہیں امام نے فرمایا: مجھے جواب دو کیا حضورﷺ کا بھیجا ہوا شخص ان کا بیم دہندہ نہیں جیسے کہ حضورﷺ خود اللہ عزوجل کا بھیجا گیا اور ان کے بیم دہندہ تھے؟

(اس شخص نے) کہا: کیوں نہیں. آ نحضرت نے فرمایا: پھر ویسے ہی حضورﷺ اپنی وفات کے بعد بھی رسول اور بیم دھندہ رکھتے ہیں اگر تم کھوگے نہیں، تو ضروری حضورﷺ ان لوگوں کو جو اپنی امت کے مردوں کے صلبوں میں ہیں، ضائع اور گمراہ کیا ہے. اس شخص نے کہا: مگر قرآن ان کے لیے کافی نہیں؟ آنحضرت نے فرمایا: ہاں مگر اس صورت میں کہ قرآن کے لیے کوئی مفسر موجود ہو. اس شخص نے کہا: مگر حضورﷺ قرآن کو تفسیر نہیں فرمایا؟ آنحضرت نے فرمایا: ہاں، مگر صرف ایک مرد کے لیے تفسیر کیا اور اس مرد جو کہ علی بن ابی طالبؑ ہیں ان کا مقام اپنی امت کو بیان فرمایا. پوچھنے والا شخص نے کہا: اے ابا جعفر، یہ وہی بات ہے شیعیوں کی جانب سے جو کہ اکثر لوگ اسے نہیں مانتے ہیں. آنحضرت نے فرمایا: اللہ چاہتا ہے کہ خفیہ طور پر پرستش ہو جائے اس وقت یا اس دور تک کہ اس کے دین آشکار ہو جائے، جیسے کہ (نبوت کے شروع والے سالوں میں) حضورﷺ خدیجہ کے ساتھ خفیہ طور پر اللہ کی پرستش کرتے تھے اس وقت تک کہ اعلان کرنے پر حکم ملا. پوچھنے والا شخص نے کہا: کیا شائستہ ہے کہ اس دین کا صاحب، اسے چھپادے؟ انھوں نے فرمایا: مگر علی بن ابی طالب جس دن سے رسول اللہﷺ پر اسلام (ایمان) لائے اسے چھپایا نہیں اس وقت تک کہ اس کا حکم ظاہر ہو گیا؟ اس نے کہا: جی. انھوں نے فرمایا: ہمارے کام بھی ویسے ہی ہیں، اس وقت تک کہ جو اللہ کا لکھا ہوا ہے اس کا مدت آ پہنچے) کافی، ج1، ص249.

ویسے ہی روایت کی گئی ہے: ایک شخص نے ابو جعفر امام محمد تقیؑ سے عرض کی: اے رسول کے بیٹے! مجھ پر غصہ مت کیجئے. انھوں نے فرمایا: کس چیز کے لیے! عرض کی: اس چیز کے لیے جو آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں. انھوں نے فرمایا: پوچھو. عرض کیا: غصہ نہیں کریں گے؟ انھوں نے فرمایا: غصہ نہیں کروں گا. عرض کیا: آپ بتا دیجئے شب قدر کے بارے میں آپ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ملائکہ اور جبرئیل اوصیاء کی طرف اترتے ہیں، کیا ان کے لیے ایسے امر (حکم) لاتے ہیں جو رسول اللہﷺ اسے نہیں جانتے تھے یا ایسے امر لائے ہیں کہ رسول اللہﷺ اسے جانتے تھے؟ اس کے باوجود کہ آپ جانتے ہیں کہ جب رسول اللہﷺ کی وفات ہوئی علیؑ ان کے تمام علوم کو حاصل کئے تھے! امام نے فرمایا: اے آدمی مجھے تجھ سے کیا کام ہے کون تمھیں میرے پاس لایا ہے؟ اس شخص نے عرض کیا: تقدیر نے مجھے دین سیکھنے کے لئے آپ کے پاس لائی ہے انھوں نے فرمایا: پھر تمھیں جو کہوں گا خوب سمجھو. جب رسول اللہﷺ کو معراج لے گئے، واپس نہیں اترے اس وقت تک کہ اللہ عزوجل ماضی و مستقبل کا علم انہیں سیکھایا. اس علم کے زیادہ تر حصے مجمل اور سرپوشیدہ تھے جس کی تفسیر اور تشریح شب قدر میں آتی ہے. علی بن ابی طالبؑ بھی رسول اللہﷺ کی طرح تھے، علوم مجمل کو جانتے تھے اور اس کی تفسیر شب قدر میں آتی تھی۔ ویسے جیسے حضورﷺ کے لیے تھے. پوچھنے والے شخص نے کہا: مگر اس علوم مجمل اور سرپوشیدہ میں اس کی تفسیر موجود نہیں تھا؟ انھوں نے فرمایا: ہاں، لیکن قدر کی راتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضورﷺ اور اوصیاءؑ کو ان چیزوں کی نسبت جو جانتے ہیں حکم آتا ہے کہ اس طرح یا اس

حضرت علی اور ان کی اولاد علیہم السلام جو کہ معصوم ہیں، حضور کے بعد ان کی امامت پر بہت سارے دلائل موجود ہیں جو میں نے بیان کئے. صرف ایک حصہ ہے اور اس لحاظ سے اللہ اور ان کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ اطہار علیہم السلام اور مؤمنین سے معذرت کا طلبگار ہوں. اس لیے جو ان کے راستے سے منحرف ہوتے ہیں

طرح کرو اور اس شب میں حکم ملتا ہے کہ ان چیزوں کی نسبت جو جانتے ہیں کیسے برتاؤ کرنا ہے. پوچھنے والے شخص نے کہا کہ میں نے عرض کیا: اس بات کو میرے لیے تشریح کیجئے: انھوں نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات نہیں ہوئی مگر یہ کہ اس سر پوشیدہ علوم اور اس کی تفسیر کو جان گئے تھے، میں نے عرض کیا: پھر جو شب قدر کی راتوں میں ان کے لیے آتا تھا وہ کونسا علم تھا؟ انھوں نے فرمایا: وہ حکم اور آسانیاں تھیں اس چیز کے بارے میں جو (آنحضرت) جانتے تھے. پوچھنے والے شخص نے کہا: پھر آنحضرت کے لیے قدر کی راتوں میں ان چیزوں کے علاوہ جو وہ جانتے تھے کونسا علم وجود میں آتا تھا؟ انھوں نے فرمایا: یہ بات ان چیزوں میں سے ہے جو آنحضرت اسے چھپانے میں مامور تھے اور جو تم نے پوچھا اس کا تفسیر، اللہ عزوجل کے علاوہ کوئی نہیں جانتا. پوچھنے والا شخص نے کہا: مگر اوصیاء جانتے ہیں جو چیز انبیاء نہیں جانتے؟ انھوں نے فرمایا: نہیں! کیسے ہوسکتا ہے کہ وصی اس علم کے علاوہ جانتا ہو جو اسے وصیت کی گئی ہے؟!

پوچھنے والا شخص نے کہا: کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اوصیاء میں سے ایک فرد ایسی چیز جانتا ہے جو دوسرا وصی اسے نہیں جانتا؟ انھوں نے فرمایا: نہیں. کوئی رسول نہیں مرتا مگر یہ کہ اس کا علم اس کے وصی کے قلب میں ہو اور ملائکہ اور جبرئیل شب قدر میں صرف اس چیز کو اتارتے ہیں جو کہ وصی کو چاہیئے کہ بندوں کے درمیان حکم کرے. پوچھنے والے شخص نے کہا: مگر وہ اس حکم کو نہیں جانتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: ہاں جانتے ہیں مگر اس بات کو سرانجام دے نہیں سکتے تاکہ قدر کی راتوں میں انہیں حکم ملے کہ آنے والا سال میں کیسے برتاؤ کریں. پوچھنے والے نے کہا: اے ابا جعفر، کیا میں اس بات کو انکار نہیں کرسکتا ہوں؟ امام نے فرمایا: جو اسے انکار کرے، ہم میں سے نہیں. پوچھنے والا نے کہا: اے ابا جعفر، بتا دیجیے کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قدر کی راتوں میں وہ علم آتا ہے جو آنحضرت نہیں جانتے؟ انھوں نے فرمایا: یہ سوال تمہارے لیے شائستہ نہیں، لیکن علم ماضی و مستقبل کی نسبت، جو بھی رسول اور وصی دنیا سے انتقال کرجاتا ہے اس کے بعد والا وصی اسے جانتا ہے اور یہ علم جو تم اس کے بارے میں پوچھتے ہو اللہ عزوجل نے نہیں چاہا کہ خود اوصیاء کے علاوہ کوئی اور اس سے مطلع ہوجائے. سوال پوچھنے والا شخص نے کہا: اے رسول کے بیٹے! کیسے معلوم کروں شب قدر ہر سال میں ہے؟ انھوں نے فرمایا: جب رمضان شروع ہوجائے، ہر رات میں سورہ «دخان» کو سو بار تلاوت کرو، جب تیئیسویں رات آجائے، جو پوچھا ہے اس کی تصدیق کو دیکھوگے) کافی، ج 1، ص 251 اور شب قدر کے بارے میں دوسری تمام روایات، کافی ج 1، ص 242 پر رجوع کرے.

اور ان کے حق کے غاصبوں کے راہ پر گامزن ہوتے ہیں ان کے لیے کوئی بھی عذر اور بہانہ باقی نہیں رہے گا جبکہ وہ جانتا ہے کہ امامت ان کے لیے مختص ہے نہ کہ اس کے لیے اور وہ اس بارے میں کوئی حق نہیں رکھتا۔ امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

(أما والله لقد تقمصها فلان (يعنى ابى بكر) وانه ليعلم أن محلى منها محل القطب من الرحى ينحدر عنى السيل و لا يرقى جذاء أو اصبر على طخية عمياء يهرم فيها الكبير ويشيب فيها الصغير و يكدح فيها المؤمن حتى يلقى ربه فرأيت أن الصبر على هاتا أحجى فصبرت و فى العين قذى وفى الحلق شجى أرى تراثى نهبا حتى مضى الأول لسبيله فأدلى بها إلى فلان (يعنى عمربن الخطاب) بعده ثم تمثل قول الأعشى:

شتان ما يومى على كورها ... و يوم حيان أخى جابر

فيا عجبا بينما هو يستقيلها فى حياته (حيث أن أبا بكر قال على المنبر أقيلونى فلست خيركم وعلى فيكم) إذ عقدها الآخر بعد وفاته لشد ما تشطرا ضرعيها فصيرها فى حوزة خشناء يغلظ كلامها ويخشن مسها ويكثر العثار فيها والاعتذار منها فصاحبها كراكب الصعبة أن اشنق لها خرم وان أسلس لها تقحم فمنى الناس لعمر الله بخبط وشماس (أى خروج عن صراط الله المستقيم؛ لان عمر اخذ يحلل و يحرّم على هواه فحرم متعتى النساء و الحج و رفح حى على خير العمل من الآذان و تخبط فى المواريث تخبط العشواء) وتلون واعتراض، فصبرت على طول المدة وشدة المحنة حتى إذا مضى لسبيله جعلها فى جماعه زعم أنى أحدهم فيا لله وللشورى ومتى اعترض الريب فى مع الأول منهم (يعنى أبابكر) حتى صرت اقرن إلى هذه النظائر (تحقيراً لشأنهم) لكنى أسففت إذ أسفوا وطرت إذ طاروا فصغى رجل منهم لضغنه (سعدبن أبى وقاص) ومال آخر لصهره (أى عبد الرحمنبن عوف) مع هن وهن (يشير إلى وضاعة القوم) إلى أن قام ثالث القوم نافجا

حضنيه بين نثيبه ومعتلفه (يشير إلى عثمان ويمثله بالدابة التى ليس لها همّ إلا العلف والروث) وقام معه بنو أبيه (أى بنو أمية لعنهم الله وهم الشجرة الملعونة فى القرآن) يخضمون مال الله خضمة الإبل نبتة الربيع إلى انتكث فتله وأجهز عليه عمله وكبت به بطنته (أى قتلته بطنه المليئة بمال الله المغصوب) فما راعنى إلا والناس كعرف الضبع إلىَّ ينثالون علىَّ من كل جانب حتى لقد وطئ الحسنان وشق عطفاى مجتمعين حولى كربيضة الغنم فلما نهضت بالأمر نكثت طائفة ومرقت أخرى وقسط آخرون كأنهم لم يسمعوا كلام الله حيث يقول: (تِلْكَ الدّارُ اْلآخِرَةُ نَجْعَلُها لِلَّذينَ لا يريدُونَ عُلُوًّا فِى اْلأَرْضِ وَلا فَسادًا والْعاقِبَةُ لِلْمُتَّقين).[1]

بلى والله لقد سمعوها ووعوها ولكنهم حليت الدنيا فى أعينهم وراقهم زبرجها.

أما والذى فلق الحب وبرأ النسمة لولا حضور الحاضر وقيام الحجة بوجود الناصر وما اخذ الله على العلماء أن لا يقاروا على كضة ظالم ولا سغب مظلوم لألقيت حبلها على غاربها ولأسقيت آخرها بكاس أولها ولألفيتم دنياكم هذه ازهد عندى من عفطة عنز).[2]

آگاہ ہو جاؤ کہ خدا کی قسم فلاں شخص (ابوبکر) نے قمیضِ خلافت کو کھینچ تان کر پہن لیا حالانکہ اسے معلوم ہے کہ خلافت کی چکّی کے لیے میری حیثیت مرکزی کیل کی سی ہے. علم کا سیلاب میری ذات سے گذر کر نیچے جاتا ہے اور میری بلندی تک کسی کا طائر فکر بھی پرواز نہیں کر سکتا پھر بھی میں نے خلافت کے آگے پردہ ڈال دیا چنانچہ میں نے اپنے اور خلافت کے مابین پردے لٹکائے اور میں نے اس سے چشم پوشی کی اور میں دوسرے طرف واپس چلا گیا اور منہ موڑ لیا اور یہ سوچنا شروع کر دیا ہے کہ کٹے ہوئے

---

[1]- قصص، 83.

[2]- نہج البلاغہ بہ شرح محمد عبدہ، ج1، ص30، خطبۂ شقشقیہ.

ہاتھوں سے حملہ کروں یا اسی بھیانک اندھیرے پر صبر کرلوں جس میں سن رسیدہ بالکل ضعیف ہو جائیں اور بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور مومن محنت کرتے کرتے خدا کی بارگاہ تک پہنچ جائے گا.

تو میں نے دیکھا کہ ان حالات میں صبر ہی قرین عقل ہے تو میں نے اس عالم میں صبر کرلیا کہ آنکھوں میں مصائب کی کھٹک تھی اور گلے میں رنج و غم کے پھندے تھے. میں اپنی میراث کو لٹتے دیکھ رہا تھا. یہاں تک کہ پہلے خلیفہ نے اپنا راستہ لیا اور خلافت کو اپنے بعد فلاں (دوسرا) کے حوالے کر دیا. یہ نابینا شاعر کے کلام کے مطابق:

کہاں وہ دن جو گزرتا تھا میرا اونٹوں پر — کہاں یہ دن کہ میں حیّان کے جوار میں ہوں

حیرت انگیز بات تو یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی میں معافی مانگ رہا تھا (اس دور میں ابو بکر منبر پر بیان دیتا تھا کہ جب تک علی علیہ السلام آپ کے درمیان موجود ہیں میں آپ کیلئے شائستہ نہیں ہوں) لیکن اپنی عمر کے آخری لمحات میں اس دلہن کے عقد کو اپنے بعد والے کیلئے طے کر گیا. بیشک دونوں نے مل کر شدت سے اس خلافت سے فایدہ اٹھایا اور اب ایک ایسی درشت اور سخت منزل میں رکھ دیا ہے جس کے زخم کاری ہیں اور جس کو چھونے سے بھی درشتی کا احساس ہوتا ہے. لغزشوں کی کثرت ہے اور معذرتوں کی بہتات! اس کو برداشت کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے سرکش اونٹنی کا سوار مہار کھینچ لے تو اس اونٹنی کی ناک زخمی ہو جائے اور ڈھیل دیدے تو ہلاکتوں میں کود پڑے (مطلب وہ اللہ کے صراط مستقیم سے خارج ہو گئے تھے؛ کیونکہ عمر اپنی رای سے حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دیتا تھا جس کا نتیجہ، وقتی عقد اور حج کی پابندی اور اذان سے یہ عبارت «حی علی خیر العمل» کا خاتمہ تھا) تو خدا کی قسم لوگ ایک کجروی، سرکشی، تلون مزاجی اور بے راہ روی میں مبتلا ہوگئے اور میں نے بھی سخت حالات میں طویل مدت تک صبر کیا یہاںتک کہ وہ بھی اپنے راستے چلا گیا لیکن خلافت کو ایک جماعت میں قرار دے گیا جن میں ایک مجھے بھی شمار کرگیا جب کہ میرا اس شوریٰ سے کیا تعلق تھا؟ مجھ میں پہلے خلیفہ کی نسبت (مراد ابو بکر) کون سا عیب وریب تھا کہ آج مجھے ایسے لوگوں کے ساتھ ملایا جارہا ہے (ان لوگوں کے مقام کی تحقیر کرنا). لیکن اس کے باوجود میں نے انھیں کی فضا میں پرواز کی اور یہ نزدیک فضا میں اڑے تو وہاں بھی ساتھ رہا اور اونچے اڑے تو وہاں بھی ساتھ رہا مگر پھر بھی ایک شخص اپنے کینہ کی بنا پر

مجھ سے منحرف ہوگیا (مراد سعد بن ابی وقاص) اور دوسرا (مراد عبد الرحمٰن بن عوف) دامادی کی طرف جُھک گیا اور کچھ اور بھی ناقابل ذکر اسباب واشخاص تھے (قوم کی پستی کی طرف اشارہ) جس کے نتیجے میں تیسرا شخص سرگین اور چارہ کے درمیان پیٹ بُھلائے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا اور وہ جانور کی مانند تھا جو اصطبل میں کھانے کے علاوہ کچھ کرتا نہیں تھا (عثمان کی طرف اشارہ اور اس کو چوپائے کی تشبیہ فرماتے ہیں جو کھانے اور چر لینے کے علاوہ کوئی کام ہی نہیں کرتا) اور اس کے ساتھ اس کے اہل خاندان بھی کھڑے ہوگئے (مراد بنی امیہ لعنۃ اللہ علیہ یا وہی شجرہ خبیثہ ہے جو قرآن میں مذکور ہے) جو مال خدا کو اس طرح ہضم کر رہے تھے جس طرح اونٹ بہار کی گھاس کو چر لیتا ہے یہاںتک کہ اس کی بٹی ہوئی رسی کے بل کھل گئے اور اس کے اعمال نے اس کا خاتمہ کر دیا اور شکم پُری نے منہ کے بل گرا دیا (مراد اس کا پیٹ ہے جو اللہ کے غصبی مال سے پُر تھا یہی اس کی ہلاکت کا سبب بنا) اس وقت مجھے جس چیز نے دہشت زدہ کر دیا وہ یہ تھی کہ لوگ لکڑ بھگا (کفتار) کی گردن کے بال کی طرح میرے گرد جمع ہوگئے اور چاروں طرف سے میرے اوپر ٹوٹ پڑے یہاں تک کہ حسن و حسین کچل گئے اور میری ردا کے کنارے پھٹ گئے. یہ سب میرے گرد بکریوں کے گلے کی طرح گھیرا ڈالے ہوئے تھے لیکن جب میں نے ذمے داری سنبھال لی اور اٹھ کھڑا ہوا تو ایک گروہ نے بیعت توڑ دی اور دوسرا دین سے باہر نکل گیا اور تیسرے نے فسق اختیار کر لیا جیسے کہ ان لوگوں نے یہ ارشادِ الٰہی سنا ہی نہیں کہ (یہ دار آخرت ہم صرف ان لوگوں کے لئے قرار دیتے ہیں جو دنیا میں بلندی اور فساد نہیں چاہتے ہیں اور عاقبت صرف اہلِ تقویٰ کے لئے ہے).

ہاں ہاں خدا کی قسم ان لوگوں نے یہ ارشاد سنا بھی ہے اور سمجھے بھی ہیں لیکن دنیا ان کی نگاہوں میں آراستہ ہو گئی اور اس کی چمک دمک نے انھیں لبھا لیا.

آگاہ ہو جاؤ کہ وہ خدا گواہ ہے جس نے دانہ کو شگافتہ کیا ہے اور ذی روح کو پیدا کیا ہے کہ اگر حاضرین کی موجودگی اور انصار کے وجود سے حجت تمام نہ ہو گئی ہوتی اور اللہ کا اہل علم سے یہ عہد نہ ہوتا کہ خبردار ظالم کی شکم پُری اور مظلوم کی گرسنگی پر چین سے نہ بیٹھنا تو میں آج بھی اس خلافت کی رسی کو اسی کی

گردن پر ڈال کر ہنکا دیتا اور اس کے آخر کو اوّل ہی کے کاسہ سے سیراب کرتا اور تم دیکھ لیتے کہ تمھاری دنیا میری نظر میں بکری کی چھینک سے بھی زیادہ بے قیمت ہے)۔

امام علی علیہ السلام نے فرمایا: (اے لوگوں، میرے کلام کو سنو اور اس میں سوچ بچار کرو کہ جدائی کا وقت قریب ہے۔ میں لوگوں کا امام اور بہترین خلیفہ کا وصی اور برترین زنان امت کا شوہر اور عترت طاہرہ اور ھدایت گرائمہ کا والد ہوں۔ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کا بھائی اور ان کا وصی اور ان کا ولی اور ان کا وزیر اور ان کا منتخب اور ان کا حبیب اور ان کا دوست ہوں۔ میں امیر المومنین، سفید پیشانی والوں کا رہبر اور آقائے اوصیاء ہوں۔ میری جنگ، اللہ کی جنگ اور میری صلح، اللہ کی صلح اور مجھ سے اطاعت، اللہ کی اطاعت اور میری ولایت، اللہ کی ولایت ہے۔ میرے شیعیان، اللہ کے اولیا اور میرے انصار، اللہ کے انصار ہیں۔ اس اللہ کی قسم جس نے مجھے خلق کیا جبکہ میں کچھ نہیں تھا۔ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے حافظان جانتے ہیں کہ ناکثین و قاسطین اور مارقین نبی امی کی زبان پر (کہنے پر)، ملعون ہیں اور جو جھوٹ باندھنا ہے وہ ناامید ہے)[1]

جب خلافت امیر مؤمنین کو ملی توانھوں نے کوشش کی تاکہ مسلمان کو اللہ کی طرف ہدایت کرے اور ان کو تاریکیوں سے نور کی طرف نجات دلائے اور عدل وانصاف کو پھیلائے وہ بھی عثمان کے والیوں کے ہاتھ، ظلم نشر ہونے کے بعد؛ اما یہ کیسے ممکن تھا جبکہ لوگ دنیا کے بندے ہوچکے تھے اور دین، ان کے زبانوں کا لقلقہ تھا[2] مگر کچھ کم تعداد جو اللہ کی عہد پہ وفادار باقی رہے اور یہ کیسے ممکن ہو سکتا جبکہ ابی سفیان کا بیٹا، کفر کی فوج کا کمانڈر اور ہند کا بیٹا جس نے حمزہ سید الشھداء کے جگر کو چبایا تھا، تخت سلطنت پر بیٹھا اور (آنحضرت) بہت سارے دنوں کو جہاد میں ناکثین، قاسطین اور مارقین کے خلاف جن پر کہ اللہ کی لعنت ہو، گزارے کسی پر پوشیدہ نہ تھے کہ آنحضرت علیہ السلام اپنے حق کو ان سب پر واضح فرمایا اور

---

[1] - امالی صدوق، ص 702؛ علل الشرایع، ج 1، ص 43؛ من لایحضرہ الفقیہ، ج 4، ص 419؛ بحار الانوار، ج 39، ص 336.

[2] - لقلقہ زبان کے اوپر لگے ہوئے پانی کو کہتے ہیں جو تھوڑی سی ہوا سے خشک ہو جاتا ہے۔

لوگوں کو اللہ کے صراط مستقیم پہ ہدایت کی تا کہ کوئی حجت (دلیل) لوگوں کو ائمہ سے دوری کے لیے باقی نہ رہے؛ لیکن لوگوں نے ان کو تنہا چھوڑ دیا اور ان کی نصرت کے لیے آگے نہیں بڑھے آخرکار معاویہ (جس پر اللہ کی لعنت ہو) نے امام حسن علیہ السلام کو شہید کیا اور یزید (اللہ کی لعنت ہو اس پر) نے امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا اور ستر اور کچھ کی تعداد کے علاوہ کوئی امام حسین علیہ السلام کی مدد کو نہیں بڑھا جبکہ آنحضرت اصحاب کساء کا پانچواں فرد اور سید جوانان اہل جنت اور زمین پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری نواسہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تیسرے وصی تھے. ضرور جان لیجیے کہ امام حسین علیہ السلام کے دور میں مسلمان کتنے حدتک طاغوت کے سامنے خاضع تھے اور سر تسلیم خم کئے تھے؛اس حدتک کہ رسول اللہ کے بیٹے نے اپنے آپ کو قربان کرکے مسلمانوں کو باخبر کیا کہ وہ دین سے دور ہو گئے ہیں اور اللہ کی ولایت سے خارج اور یزید اور اس کے امثال (جن پر اللہ کی لعنت ہو)، ان کے سامنے خضوع سے پیش آنے پر ولایت طاغوت اور شیطان میں داخل ہو گئے.

امام حسین علیہ السلام کے بعد اللہ کی راہ میں جہاد کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصیاء نے جاری رکھا اور لوگوں کو اس اسلامی دین کی طرف دعوت دیتے رہے جو رسول خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائے تھے؛ یہ اس امت پر مسلط طاغوتوں کی خواہش کے برعکس تھا۔ امام حسین علیہ السلام کے خون نے مسلمانوں کو اللہ سبحان تعالیٰ کی ولایت پر پلٹ کرآنے میں موثر کردار ادا کیا. اس دور سے، خاندان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو اسلام ناب محمدی کا آئینہ ہے ان کی ہدایت میں اسلامی عوامی گروہوں کا بننا شروع ہو گیا اور ان حضرات علیہم السلام نے راہ خدا میں دعوت کو جاری رکھا اور دوسری جانب طاغوتی اپنے مدد کے لیے ان افراد کو ڈھونڈتے رہے جو دین کی راہ میں دنیا کو طلب کر رہے تھے.

اوصیاء رسول علیہم السلام نے بے انتہا آزار اور اذیت کو برداشت کیا اور ان کی شیعیان قتل ہوتے رہے اور اس امت کے ساتھ طاغوتوں نے وہی سب کام کئے جو کہ فرعون، بنی اسرائیل کے ساتھ کرتے تھے: ہاتھوں اور پاؤں کو کاٹنا اور کھجور کے درخت کے تنے پر مصلوب کرنا؛ لیکن حق کا اہل ہوتا ہے اور جتنا زیادہ مؤمنین کو آزار و اذیت دیتے تھے اتنے ہی حق کے چاہنے والے زیادہ ہو جاتے اور ہزاروں کی تعداد میں افراد تشیع میں داخل ہو رہے تھے.

جب امامت حضور ﷺ کے آخری وصی کو ملی اللہ نے ارادہ فرمایا کہ ان کو محفوظ رکھے؛ انہیں طاغوتیوں کے نظروں سے غائب کردیا تاکہ آنخضرت بھی اپنے آباء علیہم السلام کی طرح قتل نہ ہو جائیں امت اسلامی کی رہبری ستر سال سے زیادہ امام علیہ السلام کے نائبین کے ذریعے طے پائی۔ جنہوں نے مؤمنین خالص کے بہترین میں سے تھے جو آنخضرت علیہ السلام کے ساتھ براہ راست رابطہ رکھ سکتے تھے. وہ مسلمین کے خطوط کو امام علیہ السلام کے لیے لیکر جاتے تھے اور آنخضرت علیہ السلام کے جوابات اور توجیہات کو ان کے لیے لیکر آتے تھے.

جب یہ مدت ختم ہو گئی تو اللہ نے یہی چاہا کہ امام علیہ السلام ایک طویل مدت تک نظروں سے غائب ہو جائے، اس دور تک کہ اس امت میں ایسی نسل وجود میں آئے کہ ان کی نصرت اور اللہ کے دین کی نصرت کے لیے ان میں ضروری تیاری موجود ہو تا دوسرے تمام ادیان پر اللہ کے دین غلبہ پائیں. آنخضرت علیہ السلام اور ان کے اجداد سے کچھ روایات مذکور ہیں جس سے یہ مطلب اخذ ہوتا ہے کہ امت اسلامی کے دینی اور دنیوی سر براہان، وہ اشخاص ہیں جو ان کی احادیث کو بیان کرتے ہیں. کچھ (مفسرین) نے ایسے تفسیر کیا ہے کہ راویان حدیث، فقہاے عادل، آنخضرت علیہ السلام کی غیبت کے دور میں ہیں اور یہ اس وقت کے لیے ہے کہ نائب خاص امام علیہ السلام موجود نہ ہو، تاکہ احکام اور ان کے فرامین کو مؤمنین تک منتقل کرے. لیکن جب آنخضرت علیہ السلام اپنی طرف سے ایک فرستادہ (نمائندہ) بھیج دیں فقہاء پر ان کی اطاعت واجب ہو جائے گی اور حتیٰ کہ ان کی نصرت ان (فقہاء) کے لیے واجب ہو جائے گی اور اگر اسے تنہا چھوڑ دیں یا اس کی نافرمانی کریں، ولایتِ اہلِ بیت علیہم السلام سے خارج ہو جائیں گے. اس صورت میں، ان (فقہاء) سے اطاعت کرنا واجب نہیں بلکہ واجب ہے کہ ان کی مخالفت کی جائے اور اس نمائندہ کی اطاعت کی جائے جو امام علیہ السلام نے بھیجا ہے.

شیخ عبد الکریم زنجانی کی کتاب ذخیرہ ی صالحین رحمہ اللہ میں صفحات نمبر 7 سے لیکر 9 تک آیا ہے:

«اما فتویٰ پر مجتہد واجد الشرایط کی ولایت، خود ولایت امام علیہ السلام کا ایک حصہ ہے جو کہ یہ خود ولایت رسول اللہ ﷺ کا حصہ ہے جو اللہ کی ولایت اور حاکمیت الٰہی سے مشتق ہوئی ہے.

اس کی تشریح: واضح ہے کہ خالق کی حاکمیت جو کہ تمام مخلوقات میں ان کی قدرت کی تجلی ہے، حاکمیت کے اقسام میں سے سب سے زیادہ بلند اور سب سے محکم ولایت ہے. اس ولایت الٰہی اور حاکمیت ربانی سے ولایت رسول اللہﷺ مشتق ہوئی ہے جو کہ اس آیت میں مذکور ہے: «النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ».[1] (بیشک نبی تمام مومنین سے ان کے نفس کے بہ نسبت زیادہ اولیٰ ہے) پھر ولایت رسول اللہﷺ سے ولایت امام علیؑ مشتق ہوئی، جیساکہ رسول خداﷺ نے حدیث غدیر میں اشارہ فرمایا جو کہ صحیح اور متواتر طریقوں سے شیعہ و سنی منابع کے ذریعہ بیان کی گئی ہے۔ حضورﷺ نے اپنے اس کلام سے ولایت امام علیؑ کے لیے زمینہ فراہم فرمایا: (کیا میں مومنین کی نسبت ان سے زیادہ صاحب اختیار نہیں ہوں؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں. حضورﷺ نے مزید فرمایا جس جس کا میں مولا اور آقا ہوں، علی ان کا مولا اور آقا ہے....)[2] یہ زمینہ فراہم کرنا حضورؑ کی ایک قطعی دلیل ہے جو کہ چاہتے ہیں کہ کلمہ «مولا» کے پہلے معنی کو واضح کریں یعنی ولایت امام علیؑ ولایت رسول اللہﷺ کا فرع اور اسی نوعیت کی ہے.

جو بہت ساری احادیث سے اخذ کیا جاتا ہے یہ ہے کہ امام علیؑ لوگوں پر حجت خدا ہیں اور آنحضرتؑ سب پر مطلق حاکمیت رکھتے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا گیا ہے. یہ ولایت، مذہب کی اصل ہے اور مذہب کی بنیاد اس اصل پر ہے. ولایت امامؑ کے فروع میں سے ایک، فتویٰ پر فقیہ جامع شرایط کی ولایت ہے جو کہ امام حسن عسکریؑ سے منسوب ایک تفسیر سے خلاصہ کے طور پر اس عبارت سے اخذ کی گئی ہے: (اگر ایسے فقہاء موجود ہوں جو کہ اپنے خواہش نفس کی پیروی نہ کرتا ہو، اپنے دین کا محافظ اور اپنی خواہش نفسانی کی مخالف، اپنے امام زمان کے حکم کا تابع ہو عوام کیلئے لازم ہے ان کی تقلید کریں).[3]

---

[1] - احزاب، 6.

[2] - الغدیر، ج 1، ص 8.

[3] - تفسیر امام حسن عسکریؑ، ص 300.

امام علیہ السلام نے ہوای نفس کی مخالفت کی حقیقت کو دوسری حدیث میں بیان فرمایا کہ جو شیخ طبرسی اس (حدیث) کو اپنی کتاب احتجاج آٹھویں امام، امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے. امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: (امام علی بن الحسین علیہ السلام نے فرمایا: اگر آپ نے دیکھا کہ کسی شخص کا مقام بلند ہو گیا اور اچھا باقی رہا اور اپنے علاقے میں معروف ہو گیا اور اس کی کردار میں تواضع اور قربانی نفس دیکھائی دیا، تھوڑا صبر کریں، کیونکہ بہت لوگ ہیں جو کمزوری کی وجہ سے دنیا سے عاجز ہیں اور نیت کی کمزوری اور رسوائی کی خوف اور قلب کی ضعیف ہونے کی وجہ سے، محرمات سے دوری کرتے ہیں اور مذہبی منصبوں کو جال کے طور پہ استعمال کرتے ہیں اور دین داری اور پسندیدہ تظاہر سے لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور اگر حرام کو انجام دینے میں طاقت رکھتے تو جان لو کہ وہ انجام دیتے ہیں. اگر آپ نے دیکھو کہ اگر کوئی شخص مال حرام کو ہاتھ نہیں لگاتا ذرا صبر کریں کیونکہ لوگوں کے شہوات مختلف ہیں؛ اگرچہ حرام مال جو اس کے اختیار میں ہے حتیٰ کہ اگر زیادہ مقدار میں ہو، اسے ہاتھ نہیں لگاتا بلکہ اپنے آپ کو برے اعمال میں مصروف کرتا ہے جس سے حرام سرزد رہتا ہے. اگر آپ نے دیکھا کہ مال حرام کو چھوڑ دیتا ہے تو تم غلطی کا شکار مت ہو جاو. منتظر رہو کہ اس کی عقل اسے کس سمت میں لے جاتی ہے کیونکہ بہت لوگ جو جمع کرتے ہیں، وہ چھوڑ (بھی) دیتے ہیں لیکن عقل سلیم کی طرف رجوع نہیں کرتے. یہ شخص اپنی جہالت سے جو چیز کو خراب کر دیتا ہے اس چیز سے زیادہ ہے جو اپنے عقل سے اصلاح کرتا ہے. اگر آپ نے دیکھا کہ کسی کام کو اپنے عقل سلیم سے انجام دیا پھر بھی صبر کریں اور غلطی مت کریں،، صبر سے کام لیں اور دیکھیں کہ کیا ھوای نفس اس کی عقل پر حاکم ہے یا اس کی عقل ھوای نفس پر حاکم ہے؟ باطل ریاستوں سے اس کا شوق اور ان کے نسبت اس کی پرھیزگاری کیسے ہیں؟ لوگوں میں سے کچھ افراد دنیا اور آخرت سے ہاتھ دھوئے ہوئے ہیں کیونکہ دنیا کے لیے دنیا کو ترک کیے ہیں اور ریاست باطل کی لذت کو اموال اور حلال نعمتوں سے بہتر سمجھتے ہیں اور ریاست باطل کی طلب میں ان سب کو ترک کرتے ہیں؛ حتیٰ کہ اگر ان کو کہہ دیا جائے کہ تقویٰ الٰہی اختیار کرو (خدا کا خوف کرو)، تو وہ عزت کو پلیدی (برائی) میں دیکھتے ہیں اور عاقبت میں جہنم سے دوچار ہو جائیں گے اور یہ کتنی بری جگہ ہے! غلط کاموں کو شروع کر دیتے ہیں اور باطل کاموں نے اس کو مزید زوال کی طرف لیکر جاتے ہیں یہاں تک کہ بدترین پست خصلتوں

تک پہنچتے ہیں اور اللہ اسے رہا کر دیتا ہے تا جتنے ہوسکے اپنے طغیان میں ڈوب جائیں. وہ اللہ کے حلال کو حرام اور اللہ کے حرام کو حلال قرار دیتے ہیں. دنیا سے جو چیز کھو بیٹھتے ہیں اس کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتا صرف وہی ریاست رہ جائے جس کے لیے سختی جھیلی ہے۔ وہ لوگ اللہ کے عذاب اور لعنت سے دوچار ہو جائیں گے اور اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے. بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنی ھوای نفس کو اللہ کے امر کا مطیع بنا رکھے ہیں اور اپنی طاقت کو اللہ کی رضا میں قرار دیتے ہیں اور عزت ابدی کو حق کے ساتھ ظاہری ذلت میں دیکھتا ہے نہ کہ باطل کے ساتھ عزت دار ہونے میں وہ خود جانتا ہے کہ اس میں بہت کم امکان ہے کہ نفس کی رضا اسے اس گھر میں ہمیشگی نعمت تک پہنچادے جو کبھی ختم ہوتا ہی نہیں. اور اگر ھوای نفس کی تبعیت کرے تو بہت سارے نقصانات اور پے در پے عذاب سے دوچار ہوگا جس کی کوئی انتہا نہیں. اس جیسا مرد، بہترین فرد ہے اس سے تمسک کریں اور اس کی سنت پر اقتدا کریں اور اپنے رب کے قریب ہو جائیں اور اس سے توسل کریں کیونکہ اللہ اس کی دعا کو مستجاب کرے گا اور اس کے کوئی بھی طلب (مانگ) کو رد نہیں کرے گا).[1] اور...

اس لیے مجتہد جامع الشرایط کی ولایت کے اختیارات تین مقامات پر مشتمل ہیں:

پہلا: مقام فتویٰ اس مسائل میں جس میں عمل کرنے میں عوام کی ضرورت ہے. فتویٰ جس پر لاگو ہوتا ہے وہ فرعی مسائل اور استنباطی موضوعات ہیں جس سے شرعی حکم اخذ ہوتا ہے.

دوسرا: مقام قضاوت اور جھگڑے وغیرہ میں مخصوص قضاوتوں میں حکم دینا.

تیسرا: مقام ولایت اور اموال اور جانوں میں تصرف کرنا جو کہ خود ولایت عام کا ایک مقام ہے جس کو (امام سے فقیہ کو) قابل انتقال ہے.» (شیخ عبدالکریم زنجانی کی کلام کی انتہا)

سید عبد الاعلی سبزواری رحمہ اللہ کی کتاب «تهذيب الاصول من الزوائد و الفضول» دوسرا جزء صفحہ 128 میں آیا ہے: «فقیہ واجد الشرایط جو اعمال انجام دیتا ہے فقط فتویٰ اور حکم کے اجرا تک محدود نہیں ہوتا بلکہ وہ ایک موجود حجت ہے حتیٰ کہ اگر خاموشی اختیار کرے؛ کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن

---

[1] - احتجاج، ج 2، ص 52.

حجت کے طور پر استعمال کرتا ہے. وہ اللہ کے بارگاہ میں لوگوں کی جہل اور نادانی کا شکوہ کرے گا؛ اس کہ احکام کو سمجھنے کے لئے کوئی ان کے پاس نہیں آیا. ایک حدیث میں آیا ہے کہ (تین اشخاص قیامت کا دن اللہ کے ہاں شکوہ کریں گے: وہ عالم جس سے کوئی سوال نہیں پوچھا گیا ہوگا... اور حدیث کے ما بقے) ویسے ہی نظم بخشی کی ولایت (ترتیبی ولایت) کا بھی حامل ہے یعنی بشریت کی زندگی اور سیاست میں نظم دینا جو کہ یہ نظم دینا نظم الٰہی پر مبنی ہے اس شرط کے ساتھ کہ تمام امور پر مسلط اور حکومت میں ہر لحاظ سے اس کا ہاتھ کھلا ہو). (سید عبد الاعلی سبزواری کی کلام کی انتہا)

اس لیے جو مسلمانوں پر غیبت کے دور میں واجب ہے وہ یہ ہے کہ دین کی نصرت کریں اس نائب خاص کے تمکین کے ذریعے جو امام علیہ السلام نے بھیجا ہے اور نائب خاص امام کے نہ ہونے کی صورت میں، فقیہ واجد شرایط عادل وزاہد کو ہر طرح سے اس کے ہاتھ کو کھلا رکھنے کے ذریعے تمکین دینا ہوتا ہے. جس طرح کہ آج کل علماء پر واجب ہے کہ طاغوتیوں کے خلاف جنگ کریں کیونکہ یہ جنگ اس دور میں اسلامی سرزمین سے دفاعی جہاد کے مترادف ہے۔ جبکہ طاغوت والے اسلام کو مکمل طور پہ نیست و نابود کرنے اور اسلامی سرزمینوں کو جاہلیت کی طرف واپس پلٹانے میں جد و جہد کر رہے ہیں؛ جس طرح یزید لعنۃ اللہ نے امام حسین علیہ السلام کے دور میں انجام دیا. اس سے بھی بدتر، اسلامی ممالک بتوں اور تصویروں سے بھر چکے ہیں اور ان کے احترام اور تقدیس کو مسلمانوں پر واجب شمار کیا ہے کیونکہ یہ بت اور تصویریں خود کے شیطانی کردار کا نشان دہی کرتے ہیں جو کہ یہ بذات خود اللہ پر شرک کرنے کا سب سے واضح دلیلوں میں سے ہے. پھر عالم پر واجب ہے اپنے علم کا اظہار کرے، جہاد کرے اور مجاہدین کی نصرت کرے. حتیٰ اگر فتویٰ دینے اور اس فتووں کو معاشرے تک پہنچانے اور لوگوں کے دینی ثقافتی سطح کو بلند کرنے کے حد تک ہو.

کیا علما یا بہتر ہے کہ کہوں جاہل کیونکہ اہل بیت علیہم السلام کی طرف سے جو روایت کی گئی ہے اس کے مطابق عالم بے عمل در حقیقت جاہل ہے[1] وہ جو تاریک دہلیزوں میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور حتیٰ خود

[1] - امیر المومنین علیہ السلام کسی ایک خطبوں میں ارشاد فرماتے ہیں: (اس کے برخلاف ایک شخص وہ بھی ہے جس نے اپنا نام عالم رکھ لیا ہے حالانکہ علم کا اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ جاہلوں سے جہالت کو حاصل کیا ہے اور گمراہوں سے

کو ملکف نہیں سمجھتے کہ احوال مسلمان سے با خبر ہو سکیں یا کوئی بھی حقیقی دینی اسلامی تحریک جو کہ معاشرے میں ظاہر ہو یا یہاں کوئی چھوٹی تحریک (کا حصہ نہیں بنتے) یہ لوگ خود کے اور نجات یافتہ فرقے کے درمیان کوئی رابطہ محسوس نہیں کرتے۔ یہ لوگ قیامت کے دن خود کو تاریک دہلیزوں پر سیاہ چہرہ پائیں گے.

حضور ﷺ نے ایسا بیان ارشاد فرمایا کہ جس سے یہی معنا حاصل ہوتا ہے: (قیامت کے دن شریر ترین لوگ وہ عالم ہیں کہ جنھوں نے اپنے علم سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا ہو)[1]

جو مطالب بیان کیا گیا اس سے واضح ہوتا ہے کہ دین اسلام قانون گذاری کے لحاظ سے بھی اور اسے عملدرآمد کرنے پر بھی ایک مکمل سیاسی نظریہ ہے اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ اسے رہانہ کریں کیونکہ

گمراہی کو۔ لوگوں کے راستے میں دھوکے کے پھندے اور مکر و فریب کے جال بچھا دیئے ہیں. کتاب کی تاویل اپنی رائے کے مطابق کی ہے اور حق کو اپنی خوہشات کی طرف موڑ دیا ہے. لوگوں کو بڑے بڑے جرائم کی طرف سے محفوظ بناتا ہے اور ان کے لئے گناہان کبیرہ کو بھی آسان بنادیتا ہے. کہتا یہی ہے کہ میں شبہات کے مواقع پر توقف کرتا ہوں لیکن واقعاً انھیں میں گر پڑتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ میں بدعتوں سے الگ رہتا ہوں حالانکہ انھیں کے درمیان اٹھتا بیٹھتا ہے اس کی صورت انسانوں جیسی ہے لیکن دل جانوروں جیسا ہے. نہ ہدایت کے دروازے کو پہچانتا ہے کہ اس کا اتباع کرے اور نہ گمراہی کے راستے کو جانتا ہے کہ اس سے الگ رہے. یہ در حقیقت ایک چلتی پھرتی میت ہے اور کچھ نہیں ہے. توآخر تم لوگ کدھر جارہے ہو) نہج البلاغہ شرح محمد عبدہ کیساتھ، ج1، ص153.

[1] -رسول اللہ ﷺ سے روایت کی گئ ہے: (سب سے سخت عذاب قیامت کے دن اس فرد کے لیے ہے جو کہ رسول یا رسول کے بیٹا کو قتل کرے یا وہ عالم جس کے علم سے کسی نے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا ہے). روضۃ الواعظین، ص10؛ علم و حکمت درکتاب وسنت، ص457؛ موسوعۃ عقاید اسلامی، ج2، ص499.

ویسے ہی آنحضرت ﷺ نے فرمائے ہیں: (اس امت کے علماء دو قسم کے ہیں: وہ جو اللہ نے علم بخشا ہے جس کے ذریعے وجہ خدا (اللہ کی سمت) اور آخرت کی منزل کو طلب کرتا ہے اور لوگوں کو بھی بخشوا دیتا ہے، کوئی لالچ نہیں اور اسے کم قیمت پہ نہیں بیچتا ہے. دوسرا، وہ جسے اللہ نے علم عطا کیا ہے لیکن وہ بندوں کے نسبت بخل کرتا ہے اور اس سے لالچ کرتا ہے اور اسے کم قیمت پر بیچتا ہے؛ اس طرح شخص پر قیامت کا دن آگ کا پھنڈا لگایا جاتا ہے اور فرشتوں میں سے ایک فرشتہ شاہدین (دیکھنے والوں) کے سر کے اوپر سے آواز دے گا کہ یہ فلان شخص، فلان شخص کا بیٹا جس کو اللہ تعالیٰ دنیا کے سرا میں اسے علم عطا فرمایا لیکن وہ بندوں کے نسبت بخل کیا اس وقت کہ حساب سے فارغ ہو گیا). روضۃ الواعظین، ص10.

یہ سب سے زیادہ مکمل سیاسی نظریہ ہے جو کہ بشریت نے پہچانا ہے اور اسی سطح کا کوئی دوسرا سیاسی نظریہ ایجاد ہی نہیں ہوا کیونکہ اللہ سبحانہ تعالیٰ علم حکیم اس کا بنانے والا اور قائد ہے. اسے عملدرآمد کرنا حضور ﷺ کی ذمہ پر اور ان کے بعد، امام معصوم ﷺ اور ان کے بعد، دنیا میں غیبت امام علیہ السلام کے دوران اور نائب خاص کے نہ ہونے کی صورت میں فقیہ ربانی جامع الشرایط عادل وزاہد کے ذمہ پر ہے؛ والحمد للہ وحدہ

سرگردانی سے نجات کا راستہ

اے عزیزوں! اے مومن بھائیوں اور بہنوں! ہم سب پر لازم ہے کہ ایسی نسل میں سے ہو جائیں جو کہ اس سرگردانی اور جس صحرا میں اپنے آپ کو پایا ہے اس سے باہر نکلنے کی کوشش کرے. ہمیں چاہئیے خود سے اور اپنے اسلامی معاشرہ کی اصلاح سے کام شروع کریں، ہر کوئی اپنی وسعت اور طاقت کے حساب سے. اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: «وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَينْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكرِ وَيقِيمُونَ الصَّلاةَ وَيؤْتُونَ الزَّكاةَ وَيطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِک سَيرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ».[1] (اور مومن مرد اور مومنہ عورتیں ایک دوسرے کے ولی اور مددگار ہیں، وہ نیک کاموں کی ترغیب دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ رحم فرمائے گا، بے شک اللہ بڑا غالب آنے والا، حکمت والا ہے)

اے عزیزوں! دین اسلام اور الٰہی راستے سے دوری قلوب پر تالے اور پردے ڈالے ہوئے ہے اور آنکھوں پر حجاب پڑا ہوا ہے جو کہ اللہ کے لیے مخلص ہوئے بغیر اور مقتدرانہ انداز میں اس عمل کا شروع جو کہ اللہ کی معصیت کے سائے میں سے اطاعت خدا کی عزت کی طرف حرکت کرنا اور اطاعت طاغوت کی ذلت اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنے سے اطاعت خدا اور اس کے سامنے تسلیم ہونے کی عزت کی طرف آگے بڑھنے کے علاوہ، (یہ تالے اور پردے) ہٹ نہیں سکتے تاکہ قلوب نورانی ہو جائیں اور نظریں ظلمت اور تاریکی سے پاک ہو جائیں. اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: « فَذَكرْ إِنْ نَفَعَتِ الذِّكرَى ۞ سَيذَّكرُ مَنْ

---

[1] - توبہ، 71.

يخْشَى * وَيتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى». [1] (لہٰذا لوگوں کو سمجھاؤ اگر سمجھانے کا فائدہ ہو * عنقریب خوف خدا رکھنے والا سمجھ جائے گا* اور بدبخت اس سے کنارہ کشی کرے گا)

اللہ مجھے اور آپ کو شقاوت سے دور کرے اور ہمیں ان اچھے بندوں کے گروہ میں قرار دے جو کہ آپ کی باتوں کو سنتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ شاید اللہ ہمارے مولا محمد بن حسن علیہ السلام کے فرج کی تعجیل (جلد آنے) سے ہم پر کرم کردے تاکہ ہم دونوں نیکیوں پر فائز رہیں، (ایک) کامیابی کے بعد شہادت میں اور (دوسرا) دین کے دشمنوں اور منافقوں کی ہلاکت سے. اللہ فرماتا ہے: «ذَلِكَ فَضلُ اللَّهِ يؤْتيهِ مَنْ يشاءُ وَاللَّهُ ذو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ». [2] (یہ فضل خدا ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کردیتا ہے اور وہ بڑے عظیم فضل کا مالک ہے)

اس سر گردانی سے باہر نکلنے کے راستے میں ہمیں چاہیئے اس اعمال کو بجالائیں: نماز، زکات، روزہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، جہاد فی سبیل اللہ، اللہ کے لیے محبت رکھنا اور اللہ کے لیے کینہ رکھنا.

سر گردانی سے خروج کے راستے میں ہمیں چاہیئے کہ دین اسلام کی تمام شرائع (احکامات) اور اخلاص اور اللہ سبحان کے لیے عمل کرنے پر پابند رہیں. سر گردانی سے خروج کے راستے میں پاک خون جاری ہوں گے اور پاک پسینے بہہ جائیں گے.

سر گردانی سے خارج ہونے کی راہ میں چلنا، آسان نہیں لیکن اس کا انجام، نیک ہوگا کیونکہ اس راہ کی انتہا اللہ کی رضا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا ہیں. اس راستے کی انتہا میں، حق اور عدل الٰہی کی حکومت قائم ہوگی اور زمین کی تمام جگہوں پر کلمہ اللہ اکبر پھیلے گا.

سر گردانی سے خروج کے راستے کے لیے روشن اور نہایت واضح آیات اور نشانیاں موجود ہیں جو کہ اللہ کے راستہ میں سیر کرنے والے کہ جو صراط مستقیم پر ہیں، ان کے ذریعے ہدایت پاتے ہیں. تمہیں (نشانیوں کے بارے میں) کوئی بتائے گا نہیں مگر وہ جو اس آیات سے واقف ہیں (اور یک) وہی اللہ

---

[1] - اعلی، 9-11.

[2] - جمعہ، 4.

سبحان ہے اور وہ لوگ جو ان (آیات کی) علم رکھتے ہیں (اور وہ) وہی محمد وآل محمد ﷺ ہیں. میں اس مبحث میں، کتاب عزیز کے کچھ آیات اور محمد وآل محمد ﷺ کی احادیث اور ان کے حالات کی طرف اشارہ کرتا ہوں. شاید اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو سنتے ہیں نفع پہنچادے جبکہ (اللہ تعالیٰ) ہمیشہ شاہد و ناظر ہے. اس راستے میں سب سے اہم ترین علامات:

نماز

نماز، ستون دین اور مومن کی معراج اور اس کا شرف ہے۔ اگر قبول ہو جائے تو تمام دوسرے اعمال بھی قبول ہو جائیں گے اور اگر قبول نہ ہو تو تمام اعمال بھی قبول نہیں ہوں گے. اس کے ذریعے ارواح پلیدی سے پاک ہو جاتیں ہیں جس طرح کہ پانی سے جسم ناپاکی سے پاک ہو جاتے ہیں.

حضور ﷺ فرماتے ہیں: (اللہ اپنے عزت کی قسم کھاتا ہے کہ نمازیوں اور سجدہ کرنے والوں کو عذاب نہیں کرے گا اور جب لوگ رب العالمین کے پیشگاہ میں حاضر ہوں گے انہیں دوزخ کی آگ سے نہیں ڈرائے گا)[1]

اگر نماز کا وقت ہو جائے تو تاخیر نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ نماز کو موخر کرنا، پہلا سہل انگاری (راحت طلبی) شمار کیا جائے گا اور اس کو حقیر اور سبک سمجھنے کا سبب بنے گا. حضور ﷺ فرماتے ہیں: (جو شخص اپنے آپ کو واجب نماز کا مقید کرتا ہے اور پسندیدہ رکوع و سجود تواضع کے ساتھ انجام دیں اور پھر اللہ کی تمجید اور ستائش اور شکر کریں اس وقت تک کہ دوسری واجب نماز کا شروع ہو جائے اور ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی خلل نہ ڈالے، تب تک اللہ تعالیٰ اس کے لیے حج و عمرہ کا ثواب لکھے گا اور اس کو علیین (بہت بڑے ہستیوں) کے درجے میں شامل کرے گا.)[2]

---

[1]- امالی صدوق، ص 154؛ عیون اخبار الرضا، ج 2، ص 266؛ بحار الانوار، ج 93، ص 357.

[2]- رسائل شہید ثانی، ص 107؛ مستدرک الوسائل، ج 4، ص 101؛ بحار الانوار، ج 81، ص 260.

امام صادق اور امام باقر علیہما السلام فرماتے ہیں: (تمہاری نماز کی وہ مقدار قابل قبول ہے جو کہ حضور قلب اور خشوع کے ساتھ ادا کی گئی ہو اور اگر اس میں سہل انگاری (آرام طلبی) ہو جائے اور اس کی آداب سے غافل ہو گئے، تو نماز کو لپیٹ کر نمازی کی منہ پر مارا جائے گا)[1]

عظمت الٰہی کے بارے میں سوچیں جب اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں اور اپنے سجدے اور رکوع کو طول دیں کیونکہ یہی نماز، مَلِک حق کی طرف سے آپ کے لئے ہدیہ اور اس کا اجر خود سے زیادہ بڑا ہے. جتنا ہو سکے کوشش کریں کہ مسجد کی نماز جماعت ہاتھ سے نہ جانے پائے۔ کیونکہ جماعت کا ثواب بہت بڑا اور عظیم ہے. آپ کو مستحبی نمازیں علی الخصوص نماز غفیلہ اور نماز شب کو بجالانا چاہیئے اور کسی بھی حالت میں اسے ترک نہ کریں کیونکہ اس کا ثواب بہت بڑا اور عظیم ہے. نماز شب کی آٹھ رکعتیں ہیں دو رکعتیں شفع اور ایک رکعت وتر کے ساتھ؛ نمازِ صبح کی طرح ہر دو رکعت کے بعد سلام بجا لائیں ایک رکعت نماز وتر کے علاوہ جو کہ خود صرف ایک رکعت ہی ہے. صرف ایک سورہ حمد پڑھنے سے نماز شب کو مختصر کر سکتے ہیں یا صرف دو رکعتیں شفع اور ایک رکعت وتر بجالانے سے اس کا خلاصہ کر سکتے ہیں.

روایت ہوئی ہے کہ جو شخص نمازِ صبح سے پہلے جاگ جائے اور نماز وتر اور صبح نماز کے نفل جو کہ صبح نماز سے پہلے دو رکعتیں ہیں، بجالائے تو اس کے لیے نماز شب لکھی جائے گی تو پھر اپنا ثواب ہاتھ سے جانے نہ دیں.[2]

ابی عبد اللہ علیہ السلام سے نقل کیا گیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں ایک آدمی آیا اور کہا: اے رسول خدا، کیا اللہ نماز کے سوا سوال کرے گا؟ انھوں نے فرمایا: نہیں (اس شخص نے) کہا: اس کی

---

[1]- کافی، ج3، ص363؛ تھذیب، ج2، ص342؛ بحار الانوار، 81، ص260.

[2]- معاویہ بن وہب امام صادق علیہ السلام سے نقل کرتا ہے: میں نے سنا کہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا: (کیا تم میں سے کوئی راضی نہیں کہ صبح سے پہلے جاگے اور ایک رکعت وتر اور دو رکعتیں صبح کے نفل پڑھے اور اس کے لیے نماز شب لکھی جائے؟!) تھذیب الاحکام، ج2، ص341؛ وسائل الشیعہ (آل البیت) ج4، ص258.

قسم جو آپ کو بر حق مبعوث کیا (نبی بنایا)، میں اللہ کے قریب نہیں ہوا مگر فریضہ نماز کو بجالانے سے. حضور نے فرمایا: کیوں؟ (اس شخص نے کہا) کیونکہ اللہ نے مجھے بد صورت خلق کیا. حضور خاموش ہوگئے. جبرئیل علیہ السلام نازل ہوا اور کہا: اے محمد اللہ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے میرا اسلام میرے فلان بندے کو پہنچادو اور اسے کہو: کیا تم راضی نہیں ہوتے ہو کہ کل تمہیں محفوظ ہونے والوں کے ساتھ محشور کردوں؟ پھر کہا: اے رسول خدا، سچ میں اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے ہاں یاد کیا! انھوں نے فرمایا: جی۔ اس شخص نے کہا: اس کی قسم جس نے آپ کو حق پر نبی بنایا، کوئی چیز باقی نہ رہی جو مجھے اللہ کے قریب کرے مگر یہ کہ اس کو انجام دیا).[1]

ہم میں سے کون گناہ نہیں کرتا اور ہم میں سے کون نہیں چاہتا کہ قیامت کا دن محفوظ ہونے والوں کے ساتھ ہو؟

دعا

اللہ فرماتا ہے: «قُلْ مَا يعْبَأُ بِكمْ رَبِّى لَوْلَا دُعَاؤُكمْ ».[2] (پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہاری دعائیں نہ ہوتیں تو پروردگار تمہاری پروا بھی نہ کرتا)

اسی طرح: «وَقَالَ رَبُّكمُ ادْعُونِى أَسْتَجِبْ لَكمْ إِنَّ الَّذِينَ يسْتَكبرُونَ عَنْ عِبَادَتِى سَيدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ».[3] (اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا اور یقینا جو لوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلّت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے)

آپ کو دعا مانگنی چاہیئے آسانی اور سختی میں، اور ہر کوئی چھوٹی اور بڑی حاجت کے لیے جو مانگ رہے ہو اسے حقیر نہ سمجھو اور گمان نہ کرو جو اللہ سے طلب کرتے ہو بہت بڑا ہے. کوئی خیر آپ کو نہیں پہنچتی

---

[1] ۔ علل الشرایع، ص 463؛ بحار الانوار، ج 5، ص 280.
[2] ۔ فرقان، 77.
[3] ۔ غافر، 60.

مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور کوئی شر آپ سے دفع نہیں ہوتا مگر اللہ کے واسطہ سے. روایت کی گئی ہے کہ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کیا: (اے موسیٰ، اپنے آٹے کا نمک اور نعلین کا فیتا اور جانوروں کا چارا بھی مجھ سے مانگو)

اے عزیزوں! جان لیجئے کہ اللہ سبحان و تعالیٰ قابل توصیف نہیں (بہت بڑا ہے اور وصف نہیں کیا جاسکتا) اور اس کی سخاوت کی کوئی انتہاء نہیں اور صرف ضرورت کے مطابق، نعمت اور رحمت نازل کرتا ہے کیونکہ ہماری دنیا محدود ہے. پھر خیر دنیا و آخرت میں سے جو کچھ چاہتے ہو جس میں دین کی اصلاح اور رضای الٰہی موجود ہو (اللہ سے) طلب کرو. صحیفہ سجادیہ کی مبارک دعاؤں کو جو زبور آل محمد علیہم السلام کی کتاب ہے مت بھولیئے؛ ویسے ہی جمعہ کی راتوں میں دعائے کمیل اور دعائے ابوحمزہ ثمالی اور مناجات شعبانیہ.

یہاں پر مناجات کا ایک حصہ پیش کرتا ہوں کہ اللہ ہمیں دنیا کے مکر و حیلوں سے نجات دلائے اور کچھ افراد کو اس کی معانی میں تفکر یا اسے حفظ کرنے اور ہر حالت میں اس سے دعا مانگنے میں توفیق دے.

بسم الله الرحمن الرحيم

إلهِی أَسْكَنْتَنا داراً حَفَرَتْ لَنا حُفَرَ مَكرِها وَعَلَّقَتْنا بِأَيْدِی المَنايا فِی حَبائِلِ غَدْرِها فَإِلَيْک نَلْتَجِیُ مِنْ مَكائِدِ خُدَعِها وَ بِک نَعْتَصِمُ مِنَ الاغْتِرارِ بِزَخارِفِ زِينَتِها فَإِنَّها المُهْلِكَةُ طُلابَها المُتْلِفَةُ حُلا لَها المَحْشُوَّةُ بِالآفاتِ المَشْحُونَةُ بِالنَّكبات، إلهِی فَزَهِّدْنا فِيها وَسَلِّمْنا مِنْها بِتَوْفِيقِک وَعِصْمَتِک و انْزَعْ عَنَّا جَلابِيبَ مُخالَفَتِک و تَوَلَّ أُمُورَنا بِحُسْنِ كِفايَتِک و أَوْفِرْ مَزِيدَنا مِنْ سَعَةِ رَحْمَتِک و أَجْمِلْ صِلاتَنا مِنْ فَيْضِ مَواهِبِک و اغْرِسْ فِی أَفْئِدَتِنا أَشْجارَ مَحَبَّتِک و أَتْمِمْ لَنا أَنْوارَ مَعْرِفَتِک و أَذِقْنا حَلاوَةَ عَفْوِک و لَذَّةَ مَغْفِرَتِک و أَقْرِرْ أَعْيُنَنا

يَوْمَ لِقائِک بِرُؤْيَتِک و اَخْرِجْ حُبَّ الدُّنْيا مِنْ قُلُوبِنا كما فَعَلْتَ بِالصَّالِحِينَ مِنْ صَفْوَتِک و الاَبْرارِ مِنْ خاصَّتِک بِرَحْمَتِک يا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ وَيا أَكْرَمَ الاَكْرَمِينَ[1]

خدا کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

میرے معبود تو نے ہمیں اس دنیا میں بسایا ہے۔ایسی دنیا جو مکر و فریب سے ہمارے راستے میں کنوئیں کھود رہی ہے اور تو نے ہمیں آرزوؤں کے ہاتھوں اسکے فریب کی رسیوں میں جکڑ دیا ہے پس ہم اس دنیاکے فریبوں اور مکاریوں سے تیری پناہ چاہتے ہیں اور ہم اس کی جھوٹی زینتوں کے دھوکوں سے بچنے کے لیے تیرا مضبوط دامن پکڑتے ہیں کہ یہ اپنے طلبگاروں کو ہلاک کرنے والی یہاں آنے والوں کو تلف کرنے والی آفتوں سے بھری بدحالیوں سے پُر ہے میرے معبود ہمیں اس میں زہد عطا فرما اور اپنی مدد اور حفاظت کے ساتھ اس سے بچائے رکھ اپنی مخالفت کی چادروں کو ہم سے جدا کر دے اپنی بہترین کفایت سے ہمارے امور کی سرپرستی فرما ہمارے لیے اپنی وسیع رحمت فراواں اور زیادہ کر دے اپنی عطاؤں کے فیض سے ہمیں بہترین جزائیں دے ہمارے دلوں میں اپنی محبت کے درخت لگا دے ہمیں اپنی معرفت کے سبھی انوار عطا کر دے اور اپنے عفو کی شیرینی اور بخشش کی لذت کا ذائقہ چکھا اپنی ملاقات کے دن اپنے جمال سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی فرما اور ہمارے دلوں سے دنیا کی محبت نکال دے جیسا کہ تو نے اپنے مخصوص نیکو کاروں اور اپنے چنے ہوئے خوش کردار لوگوں کے لیے کیا تجھے واسطہ تیری رحمت کا اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے اور اے سب سے زیادہ کرم کرنے والے

ہر حالت میں ذکر خدا کرنا چاہیئے۔کام کے وقت یا فراغت میں، رات میں یا دن میں علی الخصوص واجب نمازوں کے بعد اس سے پہلے کہ اپنی جگہ سے اٹھیں. بہت تعداد میں محمد و آل محمدؐ پر درود بھیجیں. ہر نماز کے بعد اور یا ہر نعمت کے بعد جو اللہ آپ کو عطا فرماتا ہے، سجدہ شکر بجالائیں اور ویسے ہی ہر مکروہ کے بعد جو آپ سے دفع کیا جاتا ہے بہتر ہے کہ اس صورت میں ہو کہ پہلا سجدہ کرو اور بعد میں

[1] ۔ صحیفہ سجادیہ، مناجات زاهدین.

پیشانی کا دائیں حصہ زمین پر اور پھر بائیں حصہ زمین پر رکھیں اور دوبارہ سجدہ میں جائیں اور کم از کم ہر حالت میں پڑھیں تین بار «شکراًللہ» اور بہتر ہے کہ سو بار کہہ دیں.

مومن پر علی الخصوص صبح نماز کے بعد جن ذکروں کو پابندی کے ساتھ پڑھنے کو کہا ہے وہ درج ذیل ہیں:

1-لا اله إلا الله وحده لا شريک له، له الملک وله الحمد، يحيي ويميت ويميت ويحيي، وهو حی لا يموت، بيده الخير وهو علی کل شیء قدير. (10 بار) نماز صبح کے بعد اور سورج غروب ہونے سے پہلے

2-سبحان الله العظيم وبحمده ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظيم (10 بار)

3- اشهد أن لا اله الاالله وحده لا شريک له، إلهاً واحداً احداً فرداً صمداً لم يتخذ صاحبةً ولا ولداً. (10 بار)

4-اللهم صل علی محمد وعجل فرجهم (100 بار)

5- سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اکبر (30 بار)

ان ذکروں میں اخروی فوائد کے علاوہ، دنیوی فوائد بھی شامل ہیں اور شر سلطان اور شیطان کو دفع کرتا ہے.

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

سب سے اہم ترین چیز جو تمام اسلامی معاشرہ پر فرض ہے کہ انجام دیں، مولوی، ڈاکٹر، فارمز، انجینئرز اور ہر فرد جو اسلامی معاشرے میں زندگی بسر کر رہا ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں ذمہ دار ہے۔ حضورﷺ نے اپنی امت کو اس طرح خبردار کیا کہ جس معاشرے میں یہ فریضہ ترک

ہوتا ہے اس پر اشرار مسلط ہوں گے اور وہ جب دعا مانگتے ہیں قبولیت نہیں ملتی.[1] کیا اس سے زیادہ شریر طاغوتی ملیں گے جو آجکل امت پر قابض ہیں؟ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرف رجوع کریں اور اللہ کی راہ میں کسی بھی برا بھلا کہنے والے کی سرزنش پر کوئی خوف نہ کھائیں. ہمیں چاہئیے کہ اپنی فریادوں کو ہر ستمگر پر بلند کریں تا شاید اللہ تعالیٰ ہم پر رحمت کرے اور اس بلا کو ہم سے دفع کرے. اللہ فرماتا ہے: «وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ».[2] (اور تم میں سے ایک گروہ کو ایسا ہونا چاہئے جو خیر کی دعوت دے, نیکیوں کا حکم دے برائیوں سے منع کرے اور یہی لوگ نجات یافتہ ہیں)

ائمہ علیہم السلام سے نقل کیا گیا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے فرائض برپا ہوں گے، راستوں میں امن آئے گا. آمدنی حلال ہو جائے گی ظلم ختم ہو جائے گا، زمین آباد ہو گی اور مظلوم کا حق ظالم سے لیا جائے گا اور جب تک لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں گے تب تک خیر و نیکی میں ہوں گے. نیک کاموں میں تعاون کریں و گرنہ دوسری صورت میں ان سے برکات ختم ہوں گے اور بعض پر بعض (لوگ) مسلط ہوں گے اور ان کے لیے نہ زمین پر اور نہ آسمان میں کوئی نصرت دینے والا موجود ہوگا.[3]

---

[1] - طبرانی روایت کرتا ہے: ابی ہریرہ سے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (آپ پر ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں، اس صورت کے علاوہ اللہ آپ پر اشرار کو مسلط کرے گا، پھر دعا مانگیں گے لیکن قبول نہیں ہوگی) معجم اوسط، ج 2، ص 99.

[2] - آل عمران، 104.

[3] - طوسی تہذیب میں روایت کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (لوگ جب تک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں خیر میں ہیں اور نیک کام اور تقویٰ میں تعاون اور اشتراک کرے و گرنہ دوسری صورت میں ان سے برکات لے جائیں گے اور کچھ لوگ پر دوسرے لوگ مسلط ہوں گے اور نہ زمین پر اور نہ آسمان میں ان کا کوئی مددگار ہوگا) تہذیب الاحکام، ج 6، ص 181.

کلینی ابو جعفر علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا: (آخر الزمان میں کچھ لوگ ہوں گے جو کہ ریاکاران ان کی پیروی کرتے ہیں۔ وہ لوگ زبان (قرآن) سے قرائت کرتے ہیں اور نادان بدعت گزاروں کے راستہ طے

حضورﷺ نے فرمایا: (کیسے ہوں گے۔ اس دور میں جب آپ کی عورتیں فاسد اور جوان فاسق ہوں گے جبکہ تم لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کروگے؟ صحابہ کہنے لگے: اے رسول خدا مگر ایسا ممکن ہے؟ انھوں نے فرمایا: جی ہاں، بلکہ اس سے بھی زیادہ بد، کیسے ہوں گے جب امر بالمنکر اور نہی عن المعروف کریں گے؟ پھر ان سے کہا گیا، اے رسول خدا، کیا اس طرح ہوگا؟ انھوں نے فرمایا: جی ہاں اور اس سے بھی بدتر، تمہارا کیا حال ہوگا جو معروف کو منکر اور منکر کو معروف سمجھتے ہیں؟)[1]

کریں گے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو واجب نہیں سمجھتے ہیں مگر یہ کہ نقصان وزیان سے محفوظ رہیں اور اپنے لیے عذر وبہانہ تراشی کرتے ہیں اور علماء کی لغزشوں اور ان کے فاسد کردار کی تبعیت کرتے ہیں۔ نماز وروزہ اور ہر کام کو انجام دیتے ہیں جو ان کی جان اور مال کے لیے کوئی نقصان کرنے والا نہ ہو لیکن اگر نماز اور دیگر کاموں میں ان کی مال و جان کے لیے کوئی نقصان لاحق ہو اس سے شانہ خالی کر لیتے ہیں (جان چھڑاتے ہیں) جس طرح کہ سب سے برتر اور بزرگ ذمہ داری سے جان چھڑاتے ہیں یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جو کہ ایک عظیم فریضہ ہے اور دیگر فرائض کا انجام اس پر منحصر ہے۔ اس صورت میں، اللہ عزوجل کے غضب اور غصہ ظاہر ہو جائے گا اور سب کو سزا دے گا۔ نتیجتاً نیک لوگ فاجروں کے ساتھ اور چھوٹے بڑوں کے ساتھ ہلاک و نابود ہو جائیں گے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، پیامبروں کی راہ اور صالحین کا طریقہ ہے اور عظیم فریضہ ہے جو کہ دیگر فرائض کے انجام اس سے وابستہ ہیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے راستے محفوظ ہوں گے، کسب وروزی کو رونق ملے گی اور ظلم ختم ہوگا، زمین آباد ہو جائے گی اور دشمنوں سے حق واپس ملے گا اور کاموں میں استحکام اور دوام آئے گا اور پھر دل وزبان سے نہی از منکر کریں اور اسے دشمنوں کے ماتھے پر ماریں اور اللہ کی راہ میں بُرا بھلا کہنے والوں سے نہ ڈریں۔ اگر مان جائے اور حق کی راہ میں پلٹ آئے، ان پر کوئی راستہ (عذاب کے لیے) نہیں یہ راستہ صرف ان پر ہے جو کہ لوگوں پر جبر کرتے ہیں اور ناحق زمین پر ظلم وستم کرتے ہیں۔ ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ اس حال میں اپنی جسموں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور اس کے بغیر کہ ان سے کوئی تعلق رکھیں اور ظلم کے خواہاں ہوں اور یا ظالم کے مددگار بنیں، دل میں ان سے دشمنی کریں اس وقت تک کہ (وہ) اللہ کی راہ میں باز آجائے اور اس کی اطاعت کریں۔ اللہ عزوجل شعیبؑ نبی کو وحی بھیجا: میں تمہاری قوم کے ایک لاکھ بندوں پر عذاب کروں گا؛ چالیس ہزار اشرار اور ساٹھ ہزار ان کے نیک لوگوں کو۔ شعیبؑ نے عرض کیا: بارالہا! اشرار اپنی جگہ لیکن نیک افراد کو کیوں؟! اللہ عزوجل نے ان کو فرمایا: کیونکہ وہ معصیت کاروں کے ساتھ نہیں لڑے اور میرے غضب کی خاطر گناہ کاروں پر غضب نہیں کئے) کافی، ج1، ص55.

[1] - کافی، ج5، ص59؛ تہذیب الاحکام، ج6، ص177؛ وسائل الشیعۃ (آل البیت)، ج16، ص122.

آجکل ہر مومن مرد اور عورت پر فرض ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے اور دن رات ان اشخاص کی اصلاح کے لیے جد و جہد کرے جو معروف کو منکر اور منکر کو معروف سمجھتے ہیں. والحمد للہ وحدہ.

خمس وزکات

کچھ خبروں میں وارد ہوا ہے، جو زکات نہیں دیتا وہ کافر ہے.[1] امام باقرؑ فرماتے ہیں (قیامت کے دن لوگوں کے ہاں سب سے زیادہ مشکل، اس وقت ہوگی جب صاحب خمس اٹھے گا اور کہے گا: خدایا، میرا خمس)[2] اور امام زمانؑ نے فرمایا: (اگر کوئی ہمارے مال سے کچھ کھالے اس کے پیٹ میں آگ ہوگی جو اسے جلا دے گی)[3]

خمس وزکات کو ادا کریں کیونکہ خیر دنیا وآخرت اس میں ہے اور مال کی برکت اور زیادہ ہونے کا باعث بنے گا. اللہ فرماتا ہے: «إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِراً وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَنْ تَبُورَ ۞ لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُمْ مِنْ فَضْلِهِ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ».[4] (یقینا جو لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور انہوں نے نماز قائم کی ہے اور جو کچھ ہم نے بطور رزق دیا

---

[1] - امام صادقؑ اپنے آباءؑ سے روایت کرتے ہیں جو کہ وصیت میں رسول اللہؐ نے علیؑ کو فرمایا: (اے علی، اس امت میں سے دس گروہ اللہ سے کفر اختیار کریں گے - اور ان کا نام لیتے ہیں یہاں تک کہ - جو زکات نہیں دیتا ہے. پھر انھوں نے فرمایا: اے علی، جو شخص ایک قیراط (کیریٹ) کے حساب سے اپنے مال کی زکات نہ دے، وہ مسلمان نہیں اور اس کا کوئی کرامت نہیں، اے علی زکات کو چھوڑنے والا اللہ سے تقاضا کرتا ہے کہ اس دنیا میں واپس پلٹ آئے اور یہ اللہ کا کلام ہے جو کہ فرماتا ہے: «حَتَّى إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ» (جب ان میں سے کوئی ایک کی موت واقع ہو جائے، تو کہتا ہے: اے میرے رب، مجھے واپس پلٹا دو) وسائل الشیعہ (آل البیت)، ج 9، ص 34.

[2] - کافی: ج 1، ص 547؛ من لا یحضرہ الفقیہ، ج 2، ص 43.

[3] - کمال الدین و تمام النعمۃ، ص 521؛ وسائل الشیعہ (آل البیت)، ج 9، ص 541.

[4] - فاطر، 29-30.

ہے اس میں سے ہماری راہ میں خفیہ اور اعلانیہ خرچ کیا ہے یہ لوگ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں کسی طرح کی تباہی نہیں ہے * تاکہ خدا ان کا پورا پورا اجر دے اور اپنے فضل و کرم سے اضافہ بھی کردے یقینا وہ بہت زیادہ بخشنے والا اور قدر کرنے والا ہے)

سب سے اہم ترین چیز جو ہمیں پتا ہونی چاہیئے اور مد نظر رکھنا چاہیئے، یہ ہے کہ جو اللہ کے راستے میں اپنے مال کو خیرات نہیں کرتا وہ اللہ کی راہ میں اپنی جان بھی نہیں دے گا. جو شخص خمس وزکات نہیں دیتا ہے امام حجت علیہ السلام کے صف میں اور ان کے ساتھ جنگ نہیں لڑے گا. حتی دور از ذہن نہیں کہ وہ امام علیہ السلام کے مد مقابل اور ان کے خلاف جنگ لڑے؛ یہ اس وقت ہوگا جب امام علیہ السلام کے عدل وانصاف اس شخص کی ذاتی مصلحتوں کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتے۔ اگر انصاف کے ساتھ اس موضوع کی طرف نظر ڈالیں تو دیکھیں گے کہ دنیا کا مال سب اللہ کا ہی ہے اور وہ ہر چیز کا حقیقی مالک ہے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے پانچ حصوں میں سے چار حصے ہمیں بخشا اور ایک حصہ کو اپنے لیے مقرر کیا اور ہم پر واجب فرمایا کہ خمس وزکات کو ادا کریں (اس طرح) ہم اللہ سے اپنی اطاعت اور ان سے اور ان کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور رسول کی ذریہ علیہم السلام سے اپنی محبت کا اظہار کریں. اللہ کو اس مال کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر تم اسے بھروگے، تو آج اس کو فقرا اور ضرورتمندوں کے لیے خیرات کروگے.

مثال: زرعی زمین کا مالک اپنی زمین کاشت کاروں کے حوالے کرتے ہوئے ان سے کہتا ہے کہ اس زمین پر کام کریں. فصل کے پانچ حصوں میں سے چار حصہ اپنے لیے اور باقی ایک حصہ اپنے ضرورتمند پڑوسیوں کو دے کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ وہ بھوکے اور ننگے رہیں۔ کشت کاروں نے طمع کیا اور اس ایک حصہ کو بھی اپنے لیے رکھا. حال کیا آپ مالک زمین کی سخاوت اور کشت کاروں کی کنجوسی کو دیکھ رہے ہیں؟ والحمد للہ رب العالمین.

روزہ

روزہ ایک عبادت ہے تزکیہ اور اصلاح نفس کے لئے اور تقوی الٰہی پانے کے علاوہ، مسلمان فقرا کے امور پر توجہ اور اہتمام کرنا ہے. روزہ دار شخص کو چاہیئے کہ اپنے روزے کے دوران افطار اور اس قسم کے

کھانا کہ بارے میں نہ سوچے جو کھانا چاہتا ہے. جب روزہ کے دوران بھوک لگے ان مسلمان کو یاد کرو جو سال کے زیادہ تر دنوں میں بھوکے ہوتے ہیں نہ کہ اس اشخاص میں شامل ہو جاؤ جن کے بارے میں اللہ فرماتا ہے: «وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنُطْعِمُ مَنْ لَوْ يَشَاءُ اللَّهُ أَطْعَمَهُ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ»[1] (اور جب کہا جاتا ہے کہ جو رزق خدا نے دیا ہے اس میں سے اس کی راہ میں خرچ کرو تو یہ کفّار صاحبانِ ایمان سے (طنزیہ طور پر) کہتے ہیں کہ ہم انہیں کیوں کھلائیں جنہیں خدا چاہتا تو خود ہی کھلا دیتا تم لوگ تو کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہو)

تمہاری جدوجہد صرف فقراء کو کھلانے کی حد تک نہیں ہونی چاہیئے بلکہ ہم سب پر فرض ہے کہ ایسے کام کریں تا کہ غربت تمام مسلمانوں میں سے ختم ہو جائے. کیونکہ اکثر مسلمین غربت میں زندگی بسر کر رہے ہیں، جبکہ اسلامی ملکوں میں قدرتی وسائل کے لحاظ سے مثلًا کانیں، زراعت اور تیل سے مالامال ہیں. اگر صحیح طریقے سے اور اسلامی قوانین کے مطابق مسلمانوں کے لیے یہ وسائل استعمال ہو جائیں، تو آجکل مسلمان دنیا کے امیر ترین لوگوں میں ہوتے. لیکن تاسف کے ساتھ آجکل اسلامی سرزمین پر طاغوتی مسلط ہوئے ہیں وہی جن کے دل میں کوئی تشویش نہیں مگر دولتوں کی لوٹ مار، محلوں کو بنانا اور فسق و فجور اور شراب نوشی کرنا. اگر طاغوتیوں میں سے کوئی فرد مغربی ملکوں کی سیر کرنا چاہے سات بڑے جہاز اس کے ساتھ چلتے ہیں جس میں سینکڑوں کھانے کے سامان، عیش و آرام کے سامان اور اس کے علاوہ (کی چیزیں) خدمتکاروں کے ساتھ ہوتے ہیں. اس طرح کہ اسلامی شہروں کے ایک شہر کے رہائشیوں کو کھلانے کے لیے کافی ہے جو بھوک میں زندگی بسر کر رہے ہیں، ان میں سے ایک کے اشتہارات کا خرچہ اتنا ہے کہ ایک بھوکے مسلمان قوم کو جن کا خون بہانے سے ان پر مسلط ہوئے ہیں، بھوک (اور افلاس) سے نجات دلا سکتے ہیں. یہ تمام اعمال اس لیے ہیں کہ وہ اپنے سیاہ چہرے اور منہ چھپالے جس سے مسلمانوں کے خون ٹپک رہے ہیں تا کہ مسلمانوں پر (اور) حاکم رہے حتی اگر

---

[1] ۔یس، 47.

ایک دن اور کے لیے ہو، اس دن میں جتنا ہو سکے لوٹے گا اور مختلف کھانوں میں سے کھائے گا؛ اللہ اس کا پیٹ کھانا سے نہ بھرے (ہمیشہ بھوکا رہے).

اے عزیزوں ! روزہ میں احوال مسلمین میں تدبر اور تفکر (غور و فکر) کا حکمت موجود ہے. روزہ میں، نفس، شیطان، ھویٰ و ہوس اور زینت دنیا کے ساتھ جہاد (کا جذبہ) موجود ہے. روزہ میں اللہ کی راہ میں دوستی اور اللہ کی راہ میں عداوت موجود ہے. مومن کے دل میں مؤمنین کے لیے رحمت و عطوفت جبکہ کافرین اور منافقین کے لیے غلاظت اور سختی موجود ہے. اس سوچ سے دور رہیں کہ آپ کے روزہ کا نتیجہ صرف بھوک اور پیاس ہے.

حضورﷺ سے روایت کی گئی ہے کہ انھوں نے فرمایا: (کتنے کم تعداد میں روزہ داران ہیں اور کتنے سارے بھوکے ہیں)[1]

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا : (کتنے سارے روزہ دار ہوں گے جن کے نصیب روزہ سے صرف بھوک ہے اور کتنے قیام کرنے والے (نماز گزار) ہوں گے جن کا نصیب تھکن کے علاوہ کچھ نہیں. سمجھداروں کی خواب اور افطار کتنے اچھے ہیں)[2]

روایت کی گئی ہے کہ حضورﷺ جابر بن عبد اللہ انصاری کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: (اے جابر ! یہ رمضان کا مہینا ہے. جو فرد اس کے دن میں روزہ رکھے اور اس کی رات میں عبادت کرے اور اپنے پیٹ اور فرج اور زبان کو محفوظ رکھے، اس ماہ سے خارج ہوتے ہوئے، اپنے گناہوں سے خارج ہو جائے گا. جابر نے کہا: یہ بات کتنی اچھی ہے. حضورﷺ نے فرمایا: اے جابر اور اس کے شروط کتنے سخت ہیں !).[3]

---

[1]- بحار الانوار، ج93، ص293.

[2]- نہج البلاغہ بہ شرح محمد عبدہ، ج4، ص35.

[3]-کافی، ج4، ص87؛ تہذیب الاحکام، ج4، ص196.

اس ماہ کی اہم ترین عبادات میں سے، قرآن کی تلاوت، تفکر اور اس پر عمل کرنا اور قرآن سکھانا ہے تاکہ فلاح پانے والوں کی طرح زندگی بسر کرے اور شہداء کے طریقے سے دنیا سے رخصت ہو جائیں.

رسول خداﷺ نے فرمایا: (میری امت پر ایسا دور آئے گا جس میں قرآن میں اس کا خط کے سوا اور کچھ باقی نہیں رہے گا).[1]

آجکل کتنے سارے قرآن چھپوائے گئے والحمد للہ، کتنے سارے قاریان قرآن کی تلات کرتے ہیں لیکن کیا ہم قرآن میں تدبر کرتے ہیں؟ کیا اپنے آپ کو قرآنی اخلاق سے آراستہ کرتے ہیں؟ کیا اس کی آیات میں سوچتے ہیں؟ کیا جس طرح قرآن نے ہمیں حکم دیا ہے ویسے ہی طاغوت سے کفر کرتے ہیں؟ کیا ہم یقین رکھنے والوں میں سے ہیں؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: «لَوْ أَنَّ قُرآناً سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْأَرْضُ أَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتَى بَلْ لِلَّهِ الْأَمْرُ جَمِيعاً».[2] (اور اگر قرآن ایسا ہوتا کہ اس (کی تاثیر) سے پہاڑ چل پڑتے یا زمین پھٹ جاتی یا مردوں سے کلام کر سکتے۔ (تو یہی قرآن ان اوصاف سے متصف ہوتا پھر بھی کوئی فایدہ نہیں ہوتا مگر بات یہ ہے کہ تمام امور خدا کے اختیار میں ہیں)

سبحان اللہ! یہ سب قرآن میں ذکر ہیں اور ہم اسی سے غافل ہیں!! بے شک ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے. شاید ہم اپنے ہاں گمان کرتے ہیں کہ قرآن میں تفکر اور تدبر کئے ہیں لیکن چھوٹی سی تکلیف سے سخت پریشان ہوتے ہیں! جبکہ قرآن میں اور سورہ شعرا میں، صبر اور اللہ پر توکل کے بارے میں بے شمار کہانیاں موجود ہیں:

«فَلَمَّا تَرَاءَى الْجَمْعَانِ قَالَ أَصْحَابُ مُوسَى إِنَّا لَمُدْرَكُونَ ۞ قَالَ كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ».[3] (پھر جب دونوں ایک دوسرے کو نظر آنے لگے تو اصحاب موسیٰ نے کہا کہ اب تو ہم گرفت

---

[1]- کافی، ج8، ص308؛ ثواب الاعمال، ص253.

[2]- رعد، 31.

[3]- شعراء، 61-62.

میں آ جائیں گے * موسیٰ نے کہا کہ ہر گز نہیں ہمارے ساتھ ہمارا پروردگار ہے وہ ہماری راہنمائی کرے گا) کیا ہم اس آیت کی معنی کے بارے میں غور و فکر کرتے ہیں؟

موسی علیہ السلام کے اصحاب تاکید کرتے تھے کہ فرعون اور اس کے سپاہیوں کے ہاتھ گرفتار ہوں گے، جبکہ موسی علیہ السلام تاکید کرتے تھے کہ اللہ انہیں ہدایت کرتا ہے اور فرعون اور اس کے سپاہیوں سے نجات دلائے گا: «قالَ كلَّا إِنَّ مَعِی رَبِّی سَیهْدِینِ»

کیا آپ بھی موسیٰ کی طرح اس آیت کو ایک ہتھیار کی طرح اپنی دشمنوں پر فائز ہونے کے لیے استعمال کرتے ہیں؟

صبر

«یا بُنَیَّ أَقِمِ الصَّلاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكرِ وَاصْبِرْ عَلَى مَا أَصَابَک إِنَّ ذَلِک مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ * وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّک لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِی الْأَرْضِ مَرَحاً إِنَّ اللَّهَ لَا یحِبُّ كلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ * وَاقْصِدْ فِی مَشْیک وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِک إِنَّ أَنْكرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیرِ»[1]. (بیٹا نماز قائم کرو، نیکیوں کا حکم دو، برائیوں سے منع کرو، اور اس راہ میں جو مصیبت پڑے اس پر صبر کرو کہ یہ بہت بڑی ہمت کا کام ہے * اور خبردار لوگوں کے سامنے اکڑ کر منہ نہ بُھلا لینا اور زمین میں غرور کے ساتھ نہ چلنا کہ خدا اکڑنے والے اور مغرور کو پسند نہیں کرتا ہے * اور اپنی رفتار میں میانہ روی سے کام لینا اور اپنی آواز کو دھیمار کھنا کہ سب سے بدتر آواز گدھے کی آواز ہوتی ہے (جو بلاسبب بھونڈے انداز سے چیختا رہتا ہے)

ابی عبد اللہ علیہ السلام سے نقل کی گئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا: (اللہ کو کوئی حاجت نہیں اس شخص پر جس کے مال اور جسم سے دوسروں کو کوئی نفع نہیں پہنچتا).[2]

---

[1] - لقمان، 17-19.

[2] - الکافی، ج2، ص256؛ بحار الانوار، ج64، ص215.

حضورﷺ سے پوچھا گیا: دنیا میں سب سے زیادہ پھنسے ہوئے لوگ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا: (پہلا نبیوں، پھر جانشینوں اور ان کے جانشینوں اور پھر مومن اپنے ایمان کا درجہ اور حُسن عمل (اچھا عمل) کے حساب سے؛ جتنے ان کا ایمان زیادہ اور ان کا عمل اچھا ہو تو اس کی گرفتاری (الجھن) زیادہ اور جتنے ان کی ایمان سست اور ان کا عمل کم ہو تو اس کی گرفتاری بھی کم ہو گی)[1]

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: (اگر پہاڑ مجھ سے محبت کرتا، تو ریزہ ریزہ ہو جاتا)[2]

اور بھی فرمایا: (اہل بیت کے چاہنے والے الجھنوں کے لیے، لباس کا اہتمام کریں)[3]

مومن ہمیشہ الجھا ہوا ہے اور اس کو چاہیئے صبر کو ایک طاقتور ہتھیار کی طرح مصیبتوں اور الجھنوں کے مد مقابل میں استعمال کرے۔

اللہ کی راہ میں صبر کرنا سب سے عظیم عبادتوں میں سے ہے اور اس کی مختلف اشکال (صورتیں) ہیں۔ عبادتوں کے انجام میں صبر، معصیت کے مقابلے میں صبر، مصیبت کے دوران صبر اور سب سے اہم ترین اور عظیم ترین صبر کے مصادیق (مثالوں) میں سے، ان مشقتوں اور مصیبتوں کا تحمل ہے جو کہ ہر مومن انسان اللہ کے خالصانہ اطاعت کے لیے۔ جب باطل سے اور جس چیز میں طاغوتیوں اور مالداروں اور جاہلوں اس میں الجھے ہوئے ہیں، آمنے سامنے ہوئے ہیں- (ان میں) صبر اور تحمل کرتا ہے. اے مومن بہنوں اور بھائیوں! طاغوتیوں اور ان کے کارندوں اور مالداروں اور جاہلوں کی طرف سے آپ پر جو اذیت اور تکلیف پہنچتی ہے، صبر اور تحمل کا مظاہرہ کریں کھینچاتانی کر کے اپنی دین سے محافظت کریں غربت سے زندگی بسر کرنے پر صبر کریں اور اپنے آپ کو پلاکت کے لیے پیش نہ کریں، کیونکہ زندگی، گھنٹہ سے زیادہ لمبی نہیں اور موت کے آنے پر انسان اس (زندگی) کو گھنٹہ کے سوا کچھ نہیں دیکھتا جس میں کچھ دیر گزاری ہو اور اس میں صرف لوگوں کو پہچانا ہو.

---

[1] - الکافی، ج2، ص252؛ وسائل الشیعۃ (آل البیت)، ج3، ص261.

[2] - نہج البلاغہ باشرح محمد عبدہ، ج4، ص26؛ بحار الانوار، ج34، ص284.

[3] - نہج البلاغہ باشرح محمد عبدہ، ج4، ص26.

جان لو اس دنیا میں کوئی خیر نہیں جس میں محمد بن عبد اللہ ﷺ اس سے منع ہوئے ہیں پھر اپنے اصلاح دین کے لیے جدوجہد کریں تا آپ کے دنیا و آخرت اصلاح ہو جائے. رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (لوگوں پر ایسا دور آئے گا جس میں کوئی دین سلامت نہیں رہے گا اور دین داران لومڑیوں کی طرح جو اپنے بچوں کو دانت سے پکڑتے ہیں اپنے دین کو پکڑ کے ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ اور ایک پتھر سے دوسرے پتھر پر بھاگیں گے. لوگوں نے کہا: اے رسول خدا، وہ دور کب آئے گا؟ انھوں نے فرمایا: جب معاش صرف اللہ کی معصیت سے حاصل ہو گی اور اس کے بعد کوئی شادی نہیں ہو گی. لوگوں نے کہا: اے رسول خدا، آپ نے ہمیں شادی کا حکم دیا ہے! انھوں نے فرمایا: جی ہاں! لیکن جب وہ دور آئے گا مرد اپنے والدین کے ہاتھ اگر اس کے والدین نہ ہو تو اپنے زوجہ اور بچوں کے ہاتھ اور اگر یہ بھی موجود نہ ہوں تو اپنے رشتے داروں اور پڑوسیوں کے ہاتھ ہلاک ہو جائے گا. لوگوں نے کہا: اے رسول خدا، ایسے کیسے ہو گا؟ انھوں نے فرمایا: اسے روزی میں تنگی (اور غربت) کی وجہ سے حقیر سمجھیں گے اور اس کی طاقت سے زیادہ اس سے (چیزیں) مانگیں گے، اس حد تک کہ اس کی ہلاکت کے لیے زمینہ تیار کریں گے).[1]

اے عزیزوں! مشکل پر تحمل کریں اور روزی حلال پر اگرچہ کم مقدار ہو، راضی ہو جائیں اور دنیا کو کم اہمیت دیں اور طاغوتیوں اور ان کے پیروکاروں سے معاشرت مت کریں. ان شاء اللہ فرج (کشائش) آل محمد علیہم السلام اور آپ کی کشائش قریب ہے «اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا * فإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا». (ہاں زحمت کے ساتھ آسانی بھی ہے * بے شک تکلیف کے ساتھ سہولت بھی ہے) حضور ﷺ نے فرمایا: (ان لوگوں میں شامل مت ہو نا کہ جن کو سرای عارضی (دنیای فانی) نے دھوکہ دیا ہے اور آرزوں کی دنیا نے انہیں مغرور بنایا. دار دنیا عارضی ہے اور دار عقبیٰ (آخرت کی دنیا) کی طرف رہسپار ہوں گے. اس کی ہلاکت بہت جلد اور انتقال قریب ہے. دنیا میں کوئی وقت باقی نہیں رہا مگر اتنا کہ اونٹ پر سوار ہونے پر وقت درکار ہے! کس چیز پر بھروسہ کرتے ہو اور کس چیز کے منتظر ہو؟

---

[1] - مستدرک الوسائل، ج 11، ص 388؛ شرح ابن ابی الحدید، ج 10، ص 37.

اللہ کی قسم! لگتا ہے دنیا میں جہاں آپ تھے، کبھی موجود ہی نہیں تھا اور جو آخرت کے لیے انجام دیا ہے جڑے ہوئے ہیں. ہمیشہ اس (دنیا) سے انتقال ہونے کے لیے تیار ہو جاؤ اور سفر کے لیے توشہ (زاد راہ) تیار رکھو اور جان لو ہر شخص جو کچھ آگے بھیجا ہے وہ اپنے سامنے دیکھے گا اور جو کچھ پیچھے چھوڑتا ہے (کوتاہی کرتا ہے) اس سے نادم و پشیمان ہوگا).[1]

اگر ایک ہزار اور چار سو سال سے زیادہ وقت پہلے دنیا کی انتہا تک اونٹ کی پشت پر سوار ہونے کے لیے جتنا وقت درکار ہے اتنا وقت باقی نہیں رہا تھا تو ابھی اس سے کوئی چیز جو بیان ہونے کے قابل ہو باقی نہیں رہی. کیا پتہ ہو سکتا ہے امام مہدیؑ اس سال یا اگلے سال ظہور فرمائیں. کیا پھر بھی ہمیں غفلت اور خواب میں طلب دنیا میں رہنا چاہیئے؟ کیا اس چیز سے غافل رہیں جو ہم سے مانگے گئے؟ (الناس نیام، اذا ماتوا انتبهوا)[2] (لوگ نیند میں ہیں، جب مریں گے تو جاگیں گے)

ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا، کیوں ہمیں موت پسند نہیں آتی؟ انھوں نے فرمایا: کیونکہ تم لوگ اپنی دنیا کو آباد کئے ہو اور آخرت کو ویران اور کسی کو پسند نہیں کہ آباد سے ویران جگہ کی طرف نقل مکانی کرے.[3]

اللہ نے ہمیں عبادت کے لیے خلق کیا! پھر ہمیں عبادت گزاروں میں سے ہونا چاہیئے اور جتنا وقت بچے اسے معاش اور عمل کرنے پہ مختص کرنا چاہیئے نہ اس کا بالعکس!

---

[1]- بحار الانوار، ج 74، ص 183؛ نہج السعادہ، ج 7، ص 61.

[2]- خصایص الائمہ، ص 112؛ حدیث امام علی سے نقل ہوا ہے.

[3]- ایک شخص نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو کہا: کیوں ہم موت سے کراھت کرتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: (کیونکہ تم اپنی دنیا کو آباد اور اپنی آخرت کو ویران کیا ہے، پھر آباد جگہ سے ویران جگہ کی طرف نقل مکان کرنا اچھا نہیں لگتا) اعتقادات فی دین امامیہ، ص 57.

حضور ﷺ نے فرمایا: (اے لوگوں، روزی تقسیم ہو چکی ہے اور کسی کو اپنے نصیب سے زیادہ روزی نہیں ملتی، پھر روزی کے مطالبے میں اپنی خواہش کم کرو، کیونکہ عمر محدود ہے اور ہر شخص کو جتنا مقدر ہو چکا اس (عمر) سے زیادہ لمبی نہیں ہو گی...)[1]

حضور ﷺ جب غزوہ احد سے واپس تشریف لا رہے تھے ارشاد فرمایا: (اے لوگوں، جو کام آپ کی آخرت کے اصلاح کے لیے کہا گیا ہے وہ انجام دو اور جس چیز سے دنیا آپ پر مسلط ہوتی ہے، منہ موڑ لو...)[2]

علی علیہ السلام نے فرمایا: (جو آپ کے نصیب میں ہے آپ کو ملے گا؛ پھر، اپنی مطالبات کم کرو اور جو آپ کی قسمت میں نہیں تمہیں نہیں ملے گا؛ پھر، جو کچھ تمہیں ملا ہے، اس سے راضی ہو جاؤ)[3]

ویسے ہی انھوں علیہ السلام نے فرمایا: (موت تمہارے پاس ہی آئے گی، پھر اپنی خواہشات سے دستبردار ہو جاؤ اور جو تمہاری نصیب میں لکھا گیا ہے تمہیں ملے گا، پھر اپنی روزی سے راضی ہو جاؤ)[4]

پھر انھوں علیہ السلام نے فرمایا: (اس شخص سے حیران ہوں جو جانتا ہے کہ اللہ روزیوں کا ضامن ہے اور اسے مقدر فرمایا ہے اور اس کی جد و جہد، ان کی روزی کو جتنا لکھا گیا ہے اس سے زیادہ نہیں کر پائے گا، ان سب کے باوجود، ہمیشہ روزی کی طلب میں حریص ہے!)[5]

جان لیں یہ احادیث اور روایات طلب روزی کے لیے جد و جہد اور دنیا میں جد و جہد کرنے سے کوئی تعارض نہیں رکھتی بلکہ یہ اس چیزوں سے تعارض رکھتے ہیں جو کہ طلب روزی کی وجہ سے آپ عبادت سے دور ہو جائیں یا اس کے انجام میں کوتاہی کرے یا نماز کو تاخیر سے بجالائیں اور یا اپنے جسم کو طلب روزی میں ہلاکت میں ڈال دیں کیونکہ تمہارے جسم تم پر حق رکھتے ہیں.

---

[1] - مستدرک الوسائل، ج13، ص29؛ بحار الانوار، ج74، ص179.

[2] - بحار الانوار، ج74، ص182؛ نہج السعادۃ، ج7، ص329.

[3] - مستدرک الوسائل، ج13، ص33؛ نہج السعادۃ، ج7، ص330.

[4] - مستدرک الوسائل، ج13، ص32؛ نہج السعادۃ، ج7، ص330.

[5] - مستدرک الوسائل، ج13، ص33؛ نہج السعادۃ، ج7، ص330.

آپ کو معلوم ہونا چاہیئے جو اپنے جسم کو خستہ حال بناتا ہے عبادت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو پھر واجب اور مستحب عبادتوں کے لیے وقت مقرر کرنا چاہیئے اور اس کے وسائل کو تیار رکھیں علی الخصوص نماز شب کو کسی بھی حالت میں ترک نہیں کرنا چاہیئے.

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: (اے فلاں شخص، طلب روزی کے لیے اپنی تمام تر جدو جہد مت کیا کرو اور اس شخص کی مانند جو سر تسلیم خم کرتا ہے تقدیر پر ٹیک مت لگاو کیونکہ طلب روزی اور رحمت سنت میں سے ہیں اور طلب روزی کو کم کرنا عفت (پاکدامنی) میں سے ہے. عفت روزی کو دفع نہیں کرتی اور حرص و طمع، اسے نہیں بڑھاتی کیونکہ روزی، تقسیم ہو چکی ہے اور موت کا وقت مقرر ہے اور حرص و طمع گناہ کرنے کا سبب بنے گا). [1]

تقیہ

ہم سب کسی طرح اپنی روزمرہ زندگی میں تقیہ کرتے ہیں، کیونکہ انسان فطری طور پر مادی نقصان سے بچانے کی کوشش کرتا ہے حتی بے زبان حیوانات بھی ویسا ہی کرتے ہیں. ضروری ہے کہ اس فطری خصلت کو احکام اور اسلام کے شرعی حدود کے مطابق استعمال کریں. اسلام میں تقیہ اہم ترین عبادات میں سے شمار کیا جاتا ہے اور مؤمنین کو اسے بالکل صحیح اور مکمل طور پر انجام دینا چاہیئے اور جس کام میں اسے انجام دینا ضروری ہو اسے ترک کرنا حرام ہے جس طرح کہ تقیہ پر عمل کرنا ان کاموں میں جس میں تقیہ کرنا جائز نہیں، مومن کی ہلاکت کا سبب بنے گا.

اکثر مؤمنین تقیہ میں زیادہ روی اور کچھ کم تعداد میں مؤمنین اس میں کوتاہی کرتے ہیں احادیث میں سے نقل کیا گیا ہے کہ ائمہ اطہار علیہم السلام تقیہ میں افراط و تفریط (زیادہ روی اور کوتاہی) سے منع فرمائے ہیں. امام صادق علیہ السلام سے ایک روایت نقل ہوئی ہے جس میں سے یہ معنا اخذ ہوتا ہے: (تقیہ میرا دین اور میرے اجداد کا دین ہے). [2]

---

[1] - حکایات مفید، ص 95.

[2] - محاسن، ج1، ص 255؛ دعائم الاسلام، ج1، ص 110.

ویسے ہی امام صادق علیہ السلام سے نقل ہوا ہے: (جو تقیہ نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں).[1]

ویسے ہی ایک اور حدیث آنحضرت علیہ السلام سے نقل ہوئی ہے جس کا معنی اس طرح ہے: (اگر ہماری نصرت کے لیے تمہیں پکارا جائے، تو تم تقیہ کو اپنے باپ سے زیادہ دوست رکھتے)[2]

جس طرح کہ امام علیہ السلام اپنی جگہ تقیہ کرنے پر تاکید کرتے ہیں، ویسے ہی بیان فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ تقیہ کے عذر تراشی (بہانہ) کرتے ہیں اور آل محمد علیہم السلام کی نصرت سے شانہ خالی کرتے ہیں (جان چھڑاتے ہیں)، علی الخصوص ظہور امام مہدی علیہ السلام کے دوران.

اس لیے تقیہ کا مطلب جہاد اور اللہ کی راہ میں عمل کرنے کو ترک کرنا نہیں بلکہ اس کا مطلب احتیاط سے کام کو سرانجام دینے کا ہے. مثال کے طور پر اگر آپ ایک زہریلے سانپ کو مارنا چاہتے ہیں تو آپ کو آرام سے اس کے قریب جانا چاہیئے اور اس کے سر پر وار کرنا چاہیئے؛ لیکن اگر شور شرابا کرکے اس کے قریب جائیں گے، تو اس کی توجہ تمہاری طرف ہوجائے گی اور ممکن ہے حملہ کرنے کی حالت میں آجائے.

ابو جعفر علیہ السلام سے صحیح حذا (کی کتاب) میں روایت ہوئی ہے: (اللہ کی قسم، سب سے زیادہ پسندیدہ اصحاب میرے نسبت، سب سے پرھیزگار اور فقیہ اور ہماری حدیث میں سب سے زیادہ کتمان کرنے والا ہے...)[3]

---

[1]- عوالی اللئالی، ج 1، ص 432؛ اوایل المقالات، ص 216.

[2]- ابو حمزہ ثمالی سے: ابو عبد اللہ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: (زمین پر کوئی دن باقی نہیں رہے گا مگر اس میں کوئی عالم موجود ہو جو کہ حق کو باطل سے پہچان لے. ویسے ہی انھوں نے فرمایا: ہم صرف خون کے ضیاع سے بچنے کے لیے تقیہ کرتے ہیں اور اگر تقیہ خونریزی کا سبب بنے، تو پھر تقیہ نہیں کرنا چاہیئے. اللہ کی قسم اگر ہماری نصرت کے لیے تمہیں بلائیں گے تو تم کہوگے ہم انجام نہیں دیں گے اور ہم صرف تقیہ کرتے ہیں، تمہارے ہاں تقیہ اپنے ماں باپ سے بھی زیادہ عزیز ہے اور اگر قائم علیہ السلام قیام کرے تو اس کو تم سے پوچھنے کی کوئی ضرورت نہیں پڑے گی اور تمہارے بہت سارے منافقین پر الٰہی حدود کو جاری کرے گا) تہذیب الاحکام، ج 2، ص 223.

[3]- کافی، ج 2، ص 223.

احادیث اہل بیتؑ کو کتمان نااہلوں کے ہاتھ سے اور وہ جو آل محمدؑ کی امامت پر ایمان نہیں رکھتے اور ان (اہل بیت) کے دشمنوں سے اور ان کی ولایت سے خارج ہوئے لوگوں سے کیا جاتا ہے

جہاد

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: « أُذِنَ لِلَّذِينَ يقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ * الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيارِهِمْ بِغَيرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيراً وَلَينْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ ينْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ».[1] (جن لوگوں سے مسلسل جنگ کی جارہی ہے انہیں ان کی مظلومیت کی بنائ پر جہاد کی اجازت دے دی گئی ہے اور یقینا اللہ ان کی مدد پر قدرت رکھنے والا ہے * یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے بلا کسی حق کے نکال دیئے گئے ہیں علاوہ اس کے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور اگر خدا بعض لوگوں کو بعض کے ذریعہ نہ روکتا ہوتا تو تمام گرجے اور یہودیوں کے عبادت خانے اور عیسائیوں کے عبادت خانے اور مسجدیں سب منہدم کر دی جاتیں اور اللہ اپنے مددگاروں کی یقینا مدد کرے گا کہ وہ یقینا صاحبِ قوت بھی ہے اور صاحبِ عزّت بھی ہے)

اے مومن بہن بھائیوں! یہ ستمگر حکمران جبر سے مسلمانوں پر مسلط ہوئے ہیں، جو خون اللہ نے حرام کیا ہے اسے حلال قرار دیا ہے اور وہ مکر وفریب سے اور پست افراد کو مزدور بنا کر (ان کے ذریعہ)، ہر اُس انسان آزاد کے ساتھ جنگ کرتے ہیں جس نے اپنے آپ کو پابند کیا ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور شخص کی اطاعت نہیں کرے گا اور ان کے قوانین کی تبعیت نہ کرے گا۔ وہ (طاغوتی) اپنے آپ کو بشریت سے بالاتر سمجھتے ہیں۔ پھر اپنے خیال سے، خود کو بولنا (حکم کرنا) اور انجام دینے (عملدرآمد کرنے) کا حق ہے اور لوگوں کو چاہیئے ان کے کہنے اور اعمال کی تایید کریں. وہ ایسے متکبرین ہیں جو کلمہ طیبہ کو سننا برداشت نہیں کریں گے۔ جو چیز سمجھتے ہیں وہ صرف جبر ہے؛ جبر و طاقت وہ واحد چیز ہے جو ہماری

[1] - حج، 39-40.

مشکلات کو ان متکبرین کے ساتھ رفع کر سکتی ہے اور یہ ہماری تقدیر ہے. اللہ سبحانہ جہاد کے ذریعے مؤمنین کو آزماتا ہے تا کہ مومن کو جو اپنے ایمان میں صادق ہے دوسروں سے جو ایمانداری کے جھوٹے مدعی ہیں پہچان سکے. اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: «الم * أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يتْرَكوا أَنْ يقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يفْتَنُونَ* ولَقَدْ فتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فلَيعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صدَقُوا ولَيعْلَمَنَّ الْكاذِبِينَ * أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ يعْمَلُونَ السَّيئَاتِ أَنْ يسْبِقُونَا سَاءَ مَا يحْكمُونَ * مَنْ كانَ يرْجُو لِقَاءَ اللَّهِ فإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ * وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يجَاهِدُ لِنَفْسِهِ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ».[1] (الٓمٓ * کیا لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ صرف اس بات پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ وہ یہ کہہ دیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور ان کا امتحان نہیں ہوگا * بیشک ہم نے ان سے پہلے والوں کا بھی امتحان لیا ہے اور اللہ تو بہر حال یہ جاننا چاہتا ہے کہ ان میں کون لوگ سچے ہیں اور کون جھوٹے ہیں * کیا برائی کرنے والوں کا خیال یہ ہے کہ ہم سے آگے نکل جائیں گے یہ بہت غلط فیصلہ کر رہے ہیں * جو بھی اللہ کی ملاقات کی امید رکھتا ہے اسے معلوم رہے کہ وہ مدّت یقیناً آنے والی ہے اور وہ خدا سمیع بھی ہے اور علیم بھی ہے * اور جس نے بھی جہاد کیا ہے اس نے اپنے لئے جہاد کیا ہے اور اللہ تو سارے عالمین سے بے نیاز ہے)

یہ طاغوتی جیسے کہ امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں. دو راستوں میں سے ایک کا انتخاب کر سکتے ہیں: مارے جانا یا ذلت اور خواری کو قبول کرنا.[2] اللہ تعالیٰ رسول اور مؤمنین کبھی بھی نہیں چاہتے کہ ہم

---

[1] - عنکبوت، 1-6.

[2] - آنحضرت (سید احمد الحسن علیہ السلام) اپنے جد امام حسین علیہ السلام کی اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو انھوں نے فرمایا: (أَلا إِنَّ الدَّعِيَّ ابْنَ الدَّعی قَدْ رَكزَنی بَینَ اثْنَتَین، بَینَ السَّلَةِ وَ الذِّلَّة، وَ هَیهاتَ له ذلک منّی. أَبَی اللّهُ ذلِک لنا وَ رَسُولُهُ و المُؤمنون، وَ حُجُورٌ طَهُرَتْ، وَ جُدُودٌ طابَتْ، أَن تُؤثِرَ طاعَةَ اللِّئامِ عَلی مَصارِعِ الْكِرامِ، أَلا و إِنِّی زاحِفٌ بِهذِهِ الأسْرَةِ عَلی قِلَّةِ العدد، كثرة العدوّ وَ خَذَلَةِ النّاصِرِ. ثم تمثل و قال شعرا:

فَإِنْ نَهْزِمْ فَهَزّامُونَ قِدْماً / وَ إِنْ نُهْزَمْ فَغَیرُ مُهَزَّمینا

ذلت و خواری میں رہیں۔ تو پھر ان طاغوتیوں اور ان کے مزدوروں کے خلاف جو کہ مسلمانوں کا خون بہاتے ہیں جہاد کرنے سے ناگزیر ہیں۔ اس سے پہلے کہ کوئی ایسا دن آئے اور دیکھے کہ ہم زمین پر چلتے پھرتے لاشوں اور بغیر خون کے اجساد پر تبدیل ہو گئے ہیں۔ کسی بھی مسلمان کے لیے شائستہ نہیں کہ کہہ دے کہ ہمیں سیاست سے کوئی دلچسپی نہیں کیونکہ جو بھی مسلمان اپنے آپ کو اسلام کا پابند سمجھتا ہے اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ اس کا دین، ایک سیاسی دین ہے.

اگر ہم کتب فقہ اسلامی پر نظر ڈالیں تو دیکھیں گے کہ معاشی، معاشرتی، عدالتی اور سیاسی معاملات کے احکام، عبادی احکام سے زیادہ ہیں۔ اس کے علاوہ مگر کیا قرآن ہماری زندگی کا دستور اور اس صراط

وَ ما إنْ طِبُّنا جُبْنٌ وَ لکنْ / مَنایانا وَ دَوْلَةُ آخرینا

فلو خلد الملوک اذا خلدنا / ولو بقی الکرام اذا بقینا

فقل للشامتین بنا افیقوا / سیلقی الشامتون کما لقینا)

جان لیں! کہ یہ ناپاک زادہ ناپاک زادے کا بیٹا مجھے دو (راستوں کے) انتخاب کرنے کو کہتا ہے مارے جانا یا قبول ذلت اور کتنا دور ہے کہ میں ذلت کو قبول کروں. اللہ تعالیٰ رسول اور ان کے مؤمنین کبھی بھی ہمارے لیے ذلت و خواری کو پسند نہیں کرتے ہیں. پاک فطرت اجداد اور پاک دامنوں نے جو ہمیں پالا ہے اِس چیز کو ہم سے قبول نہیں کریں گے. هر گز! ہم کبھی بھی پست لوگوں کی اطاعت کو شرافتمندانہ موت پر ترجیح نہیں دیں گے. جان لو کہ میں تم سے اتمام حجت کرتا ہوں اور تمہیں تمہارے انجام سے خوف دلاتا ہوں۔ ہوشیار رہو! میں اپنے اسی خاندان سے اور کم تیاری اور اندک اصحاب سے تمہارے ساتھ نبرد آزما ہو جاوں گا اور میں شھادت کے لیے تیار ہوں. پھر آنحضرت نے یہ اشعار پڑھے:

اگر ہم جنگ میں دشمن کو درہم و برہم کرکے غلبہ پائیں تو یہ ہمارا پرانہ طریقہ ہے اور اگر (ظاہری طور پر) ہار جائیں پھر بھی ہم نہیں ہارتے

ڈر ہم پر اچھا نہیں لگتا لیکن ابھی دوسروں کی حکمرانی اور فرمانروائی ہمیں قتل کئے بغیر ممکن نہیں.

اگر ایسا ہوتا کہ بادشاہوں (کی حکومت) ابدی ہوتی تو ہم بھی ہمیشہ لازوال ہوتے اور اگر معززین باقی رہتے تو ہم بھی باقی رہتے.

ہماری سرزنش کرنے والوں سے کہو جاگتے رہیں: جلد ہی ہمیں سرزنش کرنے والے دیکھیں گے جو کچھ ہم نے دیکھے ہیں) احتجاج طبرسی، ج2، ص24.

مستقیم کا ترسیم کرنے (خاکہ بنانے) والا نہیں جس پر گامزن ہونا ہم پر فرض ہے؟ اگر ہم قرآن میں تدبر کریں۔ تو ہم متکبر طاغوتیوں کے مدمقابل نبیوں علیہم السلام اور مستضعفین کی تحریک کو پائیں گے۔ بس اتنا ہی کافی ہے کہ حضور علیہ السلام کی اس حدیث کے بارے میں سوچیں، ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ آنحضرت علیہ السلام کیا فرما رہے ہیں: (بہترین جہاد ظالم حاکم کے سامنے کلمہ حق کو بیان کرنا ہے)[1]

جو اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ جابر حاکم کے مدمقابل، جہاد کی عظمت ہے۔ اس لیے کہ وہ جاہلیت کے دستور کے مطابق حکم کرتا ہے۔ اپنی نفسانی خواہشات کی اطاعت کرتا ہے (لوگوں کے) خون اور اموال اور لوگوں کی ناموس کو مباح سمجھتا ہے اور اسلام سے کوئی چیز باقی نہیں چھوڑے گا مگر خود کی نفسانی خواہشات، ضمیر فروش علماء کو اپنے مزدور بنائے گا تاکہ قرآن کو اپنی نفسانی خواہشات کے مطابق تفسیر کرے اور اسے اولوالامر کا مصداق (اسوہ) بنالے جو اس آیت میں ذکر ہے، «ياأيها الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ».[2] (ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو رسول اور صاحبانِ امر کی اطاعت کرو)

وہ جابر حکمران ہیں نہ کہ بارہ معصوم علیہم السلام امام۔ موسی، علی اور حسین علیہم السلام، اپنے زمانہ کے (گمراہ) ائمہ یعنی فرعون، معاویہ اور یزید۔ لعنۃ اللہ علیھم۔ کے خلاف خروج کیا اور اسی طرح لوگ جاہلیت کے دور میں واپس پلٹ جاتے ہیں اور قرآن سے صرف اس کا خط اور اسلام سے صرف اس کا نام کے سوا کچھ باقی نہیں بچے گا.

لہٰذا، معلوم ہوتا ہے کہ جابر حاکم کے خلاف جہاد، اسلام کے لیے جہاد دفاعی ہے اور ہر مسلمان پر لازم ہے کہ نبرد آزما ہو جائے ان طاغوتیوں کے خلاف جو اسلامی ملکوں پر قابض ہوئے ہیں۔ ان کے نامزد لوگوں کو نیست و نابود کرے۔ الہٰی آسمانی اسلامی حکومت کا قیام اور اس کے نتیجے میں قرآن نے جو وضع کیا ہے (اسے جاری کرنا) اور جو رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زبان پر جاری ہوئے اور جو بارہ معصوم

---

[1]- مسند احمد، ج3، ص19؛ سنن نسائي، ج7، ص161.

[2]- نساء، 59.

اماموں علیہم السلام نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیجانب سے لائے ہیں۔ سرزمینوں اور خدا کے بندوں میں اسے جاری کرنا اور عدل وانصاف کو پھیلانا اور فساد کے خلاف نبرد آزما ہو جانا ہے.

مسلح جہاد کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں. لیکن اس امت کو تیار کرنے کے لیے کچھ مراحل سے گزرنا ضروری ہے.

1- مومنین میں فقہ دینی کا پھیلاؤ

جو کہ ہر مومن پر فرض اور واجب شرعی ہے، کیونکہ (اس میں) تمام عبادتوں کا مقدمہ اور تمام معاملات کی اصلاح موجود ہے؛ (یقیناً) ہر کوئی اپنی طاقت کے حساب سے. جو ایک یونیورسٹی کا طالب علم کی ذمہ داری ہے وہ ایک عام شخص کی ذمہ داری کی طرح نہیں، مثال کے طور پر ایک (یونیورسٹی کا) طالب علم کو فقہی درس یا اس کے کچھ مسائل کو سیکھنا چاہیئے یا ایک علوم دینی کے طالب علم سے مدد لے۔ جو کہ روحانیوں (دینی طالب علموں) پر واجب ہے انہیں رہنمائی کریں۔ پھر مؤمنین میں فقہ کو نشر کرنے کے لیے قدم آگے بڑھائیں۔

اگر کوئی پڑھ نہیں سکتا، تو اس کو چاہیئے مساجد میں یا دیگر مؤمنین سے بعض فقہی مسائل سیکھنا شروع کرے اور پھر اسے مؤمنین میں پھیلا دے۔ کسی کو اپنے علم کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیئے۔ اگر ایک فقہی مسئلہ کو جانتا ہو تو اسے چاہیئے مؤمنین میں نشر کریں۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ آجکل فقہ کے نشر سے اور اسلامی قوانین اور مسلمین کے حالات کے بارے میں مؤمنین کے درمیان بحث و مباحثہ سے، طاغوتیوں اور اس کے مددگاروں کے چہرے سے جو اسلام سے تظاہر کرتے ہیں نقاب ہٹ جاتا ہے (اصل چہرہ سامنے آتا ہے)، اور اسی طرح مسلمانوں کو یہ جابر حکمرانوں کی شریعت مقدس سے خروج اور ان کے ذریعے مقدمات کا تمسخر اور استہزا اور اولیاء الٰہی اور مؤمنین اور دین داروں سے جو جنگ شروع کرتے ہیں (ان سب کا) پتہ چلے گا.

2-امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

اس عنوان کے بارے میں پہلے کہا گیا کہ یہ ایک اہم معاشرتی ذمے داری اور شرعی واجبات میں سے اہم ترین فریضہ ہے جس کے ذریعے ہمیں اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور طاغوتیوں کو رسوا (بے نقاب) کرتے ہیں. ہماری ذمہ داری ہے کہ طاغوتیوں کی خدمت کرنے والے ماتحتوں اور پست لوگوں کی اصلاح کریں اور قرآنی آیات اور انبیاءؑ کے کلام اور طاغوت کے خلاف ان کے جہاد کا تذکرہ کریں.

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: «إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَياةِ الدُّنْيا وَيوْمَ يقُومُ الْأَشْهَادُ».[1] (**بیشک** ہم اپنے رسول اور ایمان لانے والوں کی زندگانی دنیا میں بھی مدد کرتے ہیں اور اس دن بھی مدد کریں گے جب سارے گواہ اٹھ کھڑے ہوں گے)

اور فرماتا ہے: «كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ * لا تَجِدُ قَوْماً يؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيوْمِ الْآخِرِ يوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ».[2] (اللہ نے یہ لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول غالب آنے والے ہیں بیشک اللہ صاحبِ قوت اور صاحب عزت ہے * آپ کبھی نہ دیکھیں گے کہ جو قوم اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھنے والی ہے وہ ان لوگوں سے دوستی کررہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی کرنے والے ہیں چاہے وہ ان کے باپ دادا یا اولاد یا برادران یا عشیرہ اور قبیلہ والے ہی کیوں نہ ہوں ـــ اللہ نے صاحبان ایمان کے دلوں میں ایمان لکھ دیا ہے اور ان کی اپنی خاص روح کے ذریعہ تائید کی ہے اور وہ انہیں ان جنّتوں میں داخل کرے گا جن کے

---

[1] - غافر، 51.

[2] - مجادلہ، 21-22.

نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ ان ہی میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔ خدا ان سے راضی ہوگا اور وہ خدا سے راضی ہوں گے یہی لوگ اللہ کا گروہ ہیں اور آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ کا گروہ ہی نجات پانے والا ہے)

اور فرماتا ہے: «وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ * إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ * وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ».[1] (اور ہمارے پیغامبر بندوں سے ہماری بات پہلے ہی طے ہو چکی ہے * کہ ان کی مدد بہر حال کی جائے گی * اور ہمارا لشکر بہر حال غالب آنے والا ہے)

جس کے وجود میں ذرا سا نور الٰہی موجود ہو تو اسے یاد آئے گا اور ولایت الٰہی (کی طرف) پلٹ آئے گا اور مزید طاغوت کے ماتحت نہیں ہوگا اور مؤمنین کے گروہ میں داخل ہوگا. لیکن (بدبخت) وہ شخص ہے جو گمان کرتا ہے کہ طاغوت کے سامنے سر خم کرنے سے، اسے نجات ملے گی اور زندہ بچے گا. اس طرح کے فرد کے لیے افسوس نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ وہ سوچ رہا ہے کہ زندگی طاغوت کے ہاتھ میں ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں! اس (شخص) کا وجود طاغوت کی خوف اور ڈر سے اتنا بھر چکا ہے کہ اس کا کردار دوہرا ہو چکا ہے.

طاغوت کی نصرت دینے والے، وہ ہیں جن کے قلوب تاریک اور آنکھیں اندھی ہو گئیں ہیں اس حد تک کہ منکر کو معروف اور معروف کو منکر دیکھتے ہیں. لیکن اس بات کا یہ مطلب نہیں کہ انہیں (اپنے حال پر) چھوڑ دیں تاکہ جہنم کا ایندھن بنیں کیونکہ ممکن ہے ان میں سے کوئی ایک کی اصلاح ہو جائے اور اللہ کی ولایت کی طرف پلٹ آ جائے.

ہمیں ایک مومن ہونے کے ناطے امام حسین علیہ السلام کو اپنا مشعل راہ قرار دینا چاہیئے۔ امام حسین علیہ السلام لشکر یزید بن معاویہ (لعنۃ اللہ علیہ) کو نصیحت اور انہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرمایا اور اس کا نتیجہ یہ حاصل ہوا کہ اموی لشکر کے سربراہوں میں سے ایک سربراہ جو کہ حر بن یزید ریاحی تھا، واپس (لشکر امام میں) آ گیا. اگر صرف یہی خطبہ حضرت ابی عبد اللہ علیہ السلام کا نتیجہ ہو تو بس یہی کافی ہے.

---

[1] - صافات، 171-173.

مؤمنین کو چاہیئے احتیاط اور تدبیر کے ساتھ ان گمراہوں کو نصیحت کریں اور مؤمنین کے رشتے داروں یا وہ جو ان کی اذیت سے مطمئن ہو، انہیں نصیحت کرنا چاہیے. مومنین کو اسلامی معاشرہ کی اصلاح سے مایوس (ناامیدی) نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ وہ (مؤمنین) اللہ کا حزب اور اس کے سپاہی ہے اور اللہ نے ان کے لیے سربلندی اور کامیابی لکھ رکھی ہے. اللہ سبحان الٰہی رہبر (حضرت) مھدی علیہ السلام کو بھیجے گا جو کہ (آنحضرت) ایک عظیم مصلح اور زمین پر شریعت کو پھیلانے والا ہے اور وہ کلمہ ہے جو اللہ نے اپنے رسولوں کو وعدہ دیا تھا اور انہیں جیت اور کامیابی کا وعدہ دیا تھا. اس طولانی تھکا دینے والی اور تکلیف دہ غیبت کے بعد، سورج کو طلوع ہونے سے کوئی گریز نہیں دن ورات، خفیہ یا آشکار طور پر کوشش کریں ایسی جدوجہد جو اس مومن کے لیے شائستہ ہو جو کہ اس عظیم زمانہ میں حکومت صاحب الزمان علیہ السلام کی بنیادوں کو آمادہ کرنے کے لیے کر رہا ہے!

ابي عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا: (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کتنے خوشبخت ہیں وہ افراد جو میرے اہل بیت کے زمانے میں زندگی بسر کر رہے ہیں جبکہ اپنے قیام سے پہلے ان کی اقتدا کی ہے۔ ان سے محبت کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور ان سے دشمنوں سے دوری کرتے ہیں اور ان سے پہلے ہدایت کرنے والے اماموں سے محبت کرتے ہیں۔ یہ افراد میرے دوست اور میری رحمت اور محبت ان کے شامل حال اور میری امت میں کریم ترین افراد میں سے ہوں گے. رفاعہ نے کہا: اور خلق خدا میں مجھ پر کریم ترین افراد بھی!)[1]

امام صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ انھوں نے فرمایا: (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو فرمایا: آپ کے بعد ایک امت آئے گی جن کے ایک مرد کا ثواب تمہارے پچاس مردوں کی برابری کرتا ہے. (اصحاب) نے کہا: اے رسول خدا، ہم بدر، احد اور حنین کی جنگوں میں آپ کے ساتھ تھے اور قرآن ہمارے درمیان نازل ہوا. انھوں نے فرمایا: جس چیز کو وہ برداشت کرتے ہیں تم لوگ برداشت نہیں کر پاؤگے اور جس چیز پر وہ صبر کرتے ہیں تم صبر نہیں کر سکوگے).[2]

---

[1]- غیبت طوسی، ص 457.

[2]- غیبت طوسی، ص 475.

محمد بن عبد الخالق سے اور وہ ابی بصیر سے روایت کرتا ہے: ابی عبد اللہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اے ابا محمد! ہمارے ہاں اللہ کے اسرار میں سے ایک سر اور علم الٰہی میں سے ایک علم ہے جس کو برداشت نہیں کر سکتے ملک مقرب اور نہ نبی مرسل اور نہ وہ مومن جس کے دل کو اللہ نے ایمان کے لیے آزمایا ہے۔ اللہ کی قسم! اللہ نے ہمارے علاوہ کسی کو اسے رکھنے کا پابند نہیں بنایا اور ہمارے علاوہ کسی کو اس سر سے اپنا بندہ نہیں بنایا. (کسی بندہ کے پاس یہ راز موجود نہیں) اور ہمارے ہاں اسرار الٰہی میں سے ایک سر اور علم الٰہی میں سے ایک علم ہے جس کی تبلیغ کرنے کا حکم ملا ہے۔ ہم جو کچھ اللہ کی جانب سے تبلیغ کرنے پر مامور تھے تبلیغ کی ہے اور ہمیں کوئی جگہ اور موضع اور اہل اور حامل نہیں ملے جو اسے (اپنے پاس) رکھیں کہ اس وقت تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک گروہ کو اسی فطرت سے خلق کرے گا جس سے محمد اور ان کی ذریت (اولاد) کو خلق کیا اور اسی نور سے (خلق کرے گا) جس سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و ان کے خاندان کو خلق کیا ہے اور انہیں آراستہ کرے گا جس طرح اپنے فضل و رحمت سے محمد اور ان کی ذریت کو آراستہ کیا. جو کچھ اللہ نے ہمیں تبلیغ کرنے پر مامور کیا تھا وہ ہم نے تبلیغ کی اور انھوں نے قبول کیا اور اسے برداشت کیا. (ہماری طرف سے ان کی تبلیغ ہوئی اور انھوں نے قبول کیا اور اسے تحمل کیا) اور ہمارا مقام ان سے تذکرہ کیا، تو ان کے دل ہمارے گفتار اور معرفت کی طرف مائل ہو گئے. اگر ان کی فطرت اس طرح نہیں ہوتی تو یہ ایسے نہیں ہوتے۔ نہیں اللہ کی قسم تحمل اور برداشت نہیں کر پاتے تھے.

پھر آنحضرت نے فرمایا: (اللہ تعالیٰ نے ایک گروہ کو جہنم اور آگ کے لیے خلق کیا اور ہمیں حکم دیا کہ ان کی تبلیغ کرو ہم نے ان کی تبلیغ کی لیکن وہ ناراض ہو گئے اور اپنے دلوں میں ہم سے نفرت کرنے لگے اور اس (علم) کو ہمیں واپس دیا اور تحمل نہیں کر سکے اور تکذیب کیا اور کہنے لگے، ساحر اور جھوٹے ہو. اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی اور انہیں بھولنے پر مجبور کیا. پھر اللہ نے ان کی زبان کو حق کا ایک حصہ بیان کرنے پر کھول دیا جو کہ اسے زبان پر جاری کرتے ہیں لیکن دل میں (اس کے) منکر ہیں۔ اس طرح وہ اولیاء الٰہی اور ان کے مطیع بندوں سے دفع ہو گئے؛ اگر ایسا نہیں ہوتا تو زمین پر اللہ تعالیٰ کی پرستش نہیں ہوتی۔ ہمیں حکم ملا ہے ان سے دستبردار ہو جائیں اور اس بات کو پوشیدہ رکھیں اور آپ لوگ بھی

جو اللہ نے کتمان (مخفی) کرنے پہ حکم دیا ہے اسے پوشیدہ رکھیں اور جن لوگوں سے اللہ تعالی پوشیدہ رکھنے اور خفیہ رکھنے پر حکم دیتا ہے اسے چھپا کر رکھیں).

اس وقت امام علیہ السلام اپنے ہاتھ اٹھائے، رونے لگے اور فرمایا: (اللھم ان ھؤلاء لشرذمة قلیلون فاجعل محیاھم محیانا و مماتھم مماتنا و لا تسلّط علیھم عدوا لک فتفجعنا بھم فانک ان فجعتنا بھم لم تعبد ابدا فی ارضک وصلی اللہ علی محمد وآلہ وسلم تسلیماً)؛ (بارالہا! یہ ایک چھوٹا گروہ ہے، ان کی زندگی کو ہماری زندگی اور ان کی موت کو ہماری موت قرار دیں اور اپنی دشمن کو ان پر غلبہ پانے مت دو تا کہ ہم ان کی مصیبت اور غم کا دچار نہ ہو جائے. خدایا اگر ہم ان کی معصیت اور غم کا دچار ہو جائے تو آپ زمین پر پرستش نہیں ہوگی. وصلی اللہ علی محمد وآلہ وسلم تسلیماً)[1]

3-اسلامی تحریک کا فکری پھیلاؤ

اسلامی تحریک حضرت محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے مؤمنین اور مستضعفین کی تحریک ہے اپنے زمانے کے طاغوتیوں کے خلاف مثلاً ابوسفیان، کسری و قیصر اور ان کے اعوان و انصار کے خلاف. یہ تحریک ختم نہیں ہوگی مگر یہ کہ زمین پر تمام لوگ کلمہ (لاالہ الااللہ، محمد رسول اللہ) کی آواز بلند کرے جو کہ اس امت کے مھدی علیہ السلام کے ہاتھ دنیاکے ہر کونے کونے میں پھیلے گی. مسلمان تردید نہیں کرتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی تحریک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحریک کا تسلسل ہے. جیسے کہ مشہور حدیث میں فرماتے ہیں: (حسین مجھ سے ہے).[2]

امام حسین علیہ السلام کی تحریک وہی حزب خدا اور ان کے اصحاب کی تحریک ہے، طاغوت اور اس کے حزب کے خلاف۔ خروج امام حسین علیہ السلام خروج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے لیکن اپنے بیٹے حسین علیہ السلام کی شخصیت میں جو کہ جوانان جنت کا سردار ہے.

---

[1]- اصول کافی، ج1، ص405.

[2]- مسند احمد، ج4، ص172؛ سنن ابن ماجہ، ج1، ص51.

امام حسینؑ کے خروج کا مقصد جنگ کی میدان میں مسلح کامیابی پانا نہیں تھا کیونکہ ان کے ساتھ صرف بہتر (72) لوگ تھے. حسینؑ نے اپنے جد رسول خداﷺ کیجانب سے سفارش اور عہد (وعدہ) کے ساتھ خروج فرمایا تھا اور اچھی طرح جانتے تھے کہ مارے جائیں گے اور ان کے اصحاب حتی ان کا دودھ پیتا ہوا (شش ماہ) بیٹا بھی قتل ہو جائے گا اور ان کے عورتوں میں بھی جن کے درمیان زینب، رسول اللہﷺ کی بیٹی فاطمہ، کی بیٹی موجود تھیں وہ بھی اسیر ہو جائیں گی.

قیام حسینؑ کا مقصد اسلامی محمدی تحریک کے احیاء کے لیے تھا اور حقیقی طور پر مصلحانہ تھا؛ لیکن بنی امیہ چاہتے تھے اس مقصد کو ایک مسلحانہ بغاوت سے بدل دیں تاکہ اس کے ذریعے اسلام کے نام سے ایک عربی سلطنت قائم ہو۔ امام حسینؑ کی تحریک برپا ہوگئی تاکہ لوگوں کے لیے ہر مکان اور ہر دور میں اعلان کریں کہ اسلام عربی سلطنت کے قیام کی ہدف نہیں رکھتا ہے.

اسلام کا مقصد یہ ہے کہ زمین پر تمام لوگ (لا الہ الا اللہ) کہیں.

اسلام کا مقصد، زمین پر عدل الٰہی کا قیام ہے.

امام حسینؑ کی تحریک برپا ہوئی تاکہ ان ظالم حکمرانوں کے خلاف ،اللہ سبحان اور ان کے رسولﷺ کی برائت (اور بیزاری) کا اعلان کریں جو اس امت پر مسلط ہوئے اور زمین پر اللہ کے جانشینوں کو جو کہ وہی اوصیاء محمدﷺ بارہ امامؑ ہیں حکومت سے دور رکھیں.

جو محرم کے عاشور کا دن سن ایکسٹھ ہجری کربلا میں حاصل ہوا تاکید کرتا ہے کہ وفات رسولﷺ کے بعد امت اسلامی عصر جاہلیت پر واپس پلٹ گئی. اس واپسی کی اہم ترین اور واضح ترین مثال یہ ہے: امام حسینؑ کے قتل اور ان کے سر اقدس کو نیزہ پر بلند کرنا اور اوصیاء رسولﷺ میں سے چوتھا وصی علی بن الحسینؑ کو اسیر کرنا اور انہیں شام کی طرف کھینچ کے لے جانا وہ بھی زنجیر بستہ ہاتھوں کے ساتھ جو کچھ ظلم یہ امت نے اوصیاء رسولﷺ پر ڈھائے گئے اس اعمال کی تکمیل تھے جو بنی اسرائیل اپنے رسول کے ساتھ انجام دیئے تھے؛ البتہ اگر اس سے زیادہ سنگین اور بُرا نہ ہو!

واقعہ کربلا سے جو حاصل ہوا وہ امت اسلامی کی اس نسل پر لعنت تھی جو قتل حسینؑ پر راضی ہوگئی. اور اسی دور میں، آنحضرتؑ اس امت کی نسلوں کے لیے رحمت کے طور پر تھے جو ان (امام

حسین (علیہ السلام) کی شہادت کے بعد پیدا ہوئیں۔ اسی صورت میں کہ انقلاب اسلامی کی سوچ بہت سارے جانوں میں اپنی جڑ مضبوط کرلی وہ سوچ جو کہ اللہ سبحان تعالیٰ اس کا خاکہ بنایا اور محمد ﷺ اور ان کے بعد آل محمد ﷺ اسے جامہ عمل پہنایا.

آجکل ہم اس حقیقت کو سمجھتے ہیں کیونکہ یہ واقعہ عملًا رونما ہوا اور جب عاشورا کا دن ہوتا ہے زمین کے ہر کونے سے جہاں مومن موجود ہو نوحہ و عزاداری اور گریہ برپا ہوتا ہے.

امام حسین علیہ السلام کے پاس جو کچھ تھا، وہ اللہ کی راہ میں قربان کیا تاکہ سیر فی اللہ اور اس امت پر واقع ہوئی سر گردانی سے نکلنے کی سب سے واضح نشانیوں میں سے ہو جائے تاکہ ایک مضبوط بنیاد کے طور پر، ہر مسلمان کے لیے ہو جو اپنی تلوار کو ان طاغوتیوں کے خلاف استعمال کرے جو اس امت پر مسلط ہوئے ہیں اور اسے جاہلیت کے دور پر واپس لے جانا چاہتے ہیں. حسین علیہ السلام کی تحریک وہی خالص اسلامی محمدی تحریک ہے جس کا ہدف اس امت کے بچوں کی اصلاح اور ایسی نسل کو تیار کرنا ہے جو رسالت الٰہی کے ذمے داری اٹھانے کی طاقت رکھتے ہوں. ایک خدائی نسل جو اللہ کی عبادت کرتی ہے اور کوئی بھی حکم سوائے قرآن کے حکم کو نہیں مانتی اور کوئی بھی حاکم کو نہیں مانے گی سوائے معصومین علیہم السلام کے جو کہ اللہ کی طرف سے تعیین شدہ ہیں اور یا وہ جو ان کے نائبین میں سے ہیں.

اگر امام حسین علیہ السلام کی شہادت ایک بڑا عظیم واقعہ ہے، تو اس کا مقصد بھی اُتنا ہی عظیم ہے جو کہ وہی حکومت بزرگ (لا الہ الا اللہ) (اور) دولت عدل الٰہی کا بروی زمین قیام، ابن الحسن علیہ السلام امام مہدی منتظر کی قیادت میں ہے.

4- جہاد کے لیے قوتوں کی تیاری

اگر مسلمان اپنے دین کے بارے میں سوچیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا شروع ہو جائیں اور اسلامی تحریک کا مقصد پہچان لیں جو کہ وہی کلمہ لا الہ الا اللہ کو تمام اہلِ زمین پر بلند کرنا اور عدل الٰہی کو بروی زمین قائم کرنا ہے، تو پھر وہ نسل تیار ہو گی جو طاغوتیوں کے خلاف جہاد کرے گا. چوتھا مرحلہ جہاد کی تیاری میں، جسمانی تیاری اور اسلحہ کی فراہمی ہے، حتیٰ کہ اگر چھوٹی چُھری یا لوہے کا ٹکڑا

کیوں نہ ہو ان کو کم اور ناچیز نہ سمجھیں کیونکہ اصحاب رسول اللہﷺ درخت خرما کے پتوں سے مشرکین قریش کے تلواروں پر کامیاب ہو گئے۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ آپ کے ساتھ ہے۔ وہ آپ کے قدموں کو مضبوط کرے گا اور اپنے فرشتوں کے ذریعے آپ کو نصرت دے گا. اگرچہ میں آپ ان کے مخلصین کے ساتھ ہو جائیں اور باغی لشکر کے ساتھ شیطان ہے جو انہیں رہنمائی کرتا ہے اور وہ اس کے پیچھے جائیں گے جہاں تک کہ دو فوجی ایک دوسرے کے مد مقابل ہوں گے اور باغی لشکر بھاگ جائے گا اور جنگ پر پشت کرے گا۔ اللہ فرماتا ہے: «وَقَالَ الشَّيْطَانُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ إِلَّا أَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي فَلَا تَلُومُونِي وَلُومُوا أَنْفُسَكُمْ مَا أَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا أَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ إِنِّي كَفَرْتُ بِمَا أَشْرَكْتُمُونِ مِنْ قَبْلُ إِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ».[1] (اور شیطان تمام امور کا فیصلہ ہو جانے کے بعد کہے گا کہ اللہ نے تم سے بالکل برحق وعدہ کیا تھا اور میں نے بھی ایک وعدہ کیا تھا پھر میں نے اپنے وعدہ کی مخالفت کی اور میرا تمہارے اوپر کوئی زور بھی نہیں تھا سوائے اس کے کہ میں نے تمہیں دعوت دی اور تم نے اسے قبول کرلیا تو اب تم میری ملامت نہ کرو بلکہ اپنے نفس کی ملامت کرو کہ نہ میں تمہاری فریاد رسی کرسکتا ہوں نہ تم میری فریاد کو پہنچ سکتے ہو میں تو پہلے ہی سے اس بات سے بیزار ہوں کہ تم نے مجھے اس کا شریک بنا دیا اور بیشک ظالمین کے لئے بہت بڑا دردناک عذاب ہے)

بیان کئے گئے مراحل کو عملدرآمد کرنے سے مہدیؑ کے فوجی جو کہ وہی اللہ سبحان و تعالی کی فوج ہے نفسانی طور سے بھی اور جسمانی طور سے بھی جہاد کے لیے تیار ہو جاتے ہیں. ہر مومن مجاہد کو چاہیئے اپنے آپ کو باور کریں کہ وہ اللہ سبحان کے ساتھ ہے جو کہ آسمانوں اور زمینوں کا جبّار (متکبر) ہے اور طاغوتیوں اور اس کے کثیر تعداد کے فوجیوں اور ساز و سامان سے کوئی خوف اور ڈر دل میں نہ آنے دے: «اِنَّ كيدَ الشَّيطَانِ كانَ ضَعِيفاً».[2] (بیشک شیطان کا مکر بہت کمزور ہوتا ہے)

---

[1] - ابراہیم، 22.

[2] - نساء، 76.

اس ہنگامے میں اللہ سبحان و تعالیٰ اس امت پر آسانی پیدا کرے گا اور ربانی رہبر حضرت مھدی علیہ السلام کو بھیجے گا کہ اس سر گردانی سے خارج ہو جائیں اور سرزمین مقدس میں داخل ہو جائیں۔ ان شاء اللہ! سبحان و تعالیٰ

حضرت مہدی علیہ السلام، محمد بن حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابیطالب علیہم السلام ہے. آنحضرت علی علیہ السلام اور فاطمہ علیہا السلام، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول اللہ کی بیٹی کے بیٹوں میں سے ہے.

مسلمان سبھی ایک نظریہ پر متفق ہیں کہ آنحضرت آخر الزمان میں خروج کریں گے اور اس بارے میں متواتر احادیث موجود ہیں اور جس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث روایت ہوئی ہے ان کا منکر اس شخص کی مانند ہے کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کفر کیا.

حضرت مہدی علیہ السلام سنہ 255 ھ.ق اپنے والد امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئے اور ان کی ماں بادشاہ روم کی نواسی ہے جن کا نسب عیسی علیہ السلام کے ایک حواریوں سے ملتا ہے بہت سارے مؤمنین آنحضرت کو اپنے والد امام حسن عسکری علیہ السلام کے دوران حیات میں دیکھ چکے ہیں۔ جب (آنحضرت) منصب امامت پہ فائز ہوگئے، صرف چار خاص نائبین غیبت صغریٰ کے دوران جس کی مدت 70 سال سے زائد تھی ان کو دیکھتے تھے. پھر اللہ کی مشیت الٰہی تھی کہ غیبت کبریٰ واقع ہو جائے اور آنحضرت علیہ السلام آج تک زندہ ہیں تاکہ زمین کو عدل و انصاف سے پر کریں جس طرح کہ ظلم و ستم سے بھر چکی تھی. تورات اور انجیل میں ان کا تذکرہ ہے اور انہیں اپنی لمبی عمر کی وجہ سے (قدیم الایام) کہا گیا ہے. حضرت عیسی علیہ السلام ان علیہ السلام کے قیام کے دوران آسمان سے اتریں گے ان علیہ السلام کا وزیر بنے اور ان علیہ السلام کو برحق ہونے کا مؤید بنے.

امام مکہ سے قیام کریں گے اور آپ علیہ السلام کے اصحاب کی تعداد 313 ہوگی۔ یہ تعداد اصحابِ جنگِ بدر اور طالوت کے سپاہیوں (جو دریا عبور کرنے میں کامیاب ہوئے تھے) کے برابر ہوگی۔ آپ علیہ السلام کے یہ اصحاب قیام کے وقت آپ کے ارد گرد جمع ہو جائیں گے پھر اسلامی ملکوں سے مخلص مؤمنین مکہ کی طرف روانہ ہوں گے جن کی تعداد 10 ہزار ہوگی اور یہ لوگ امام علیہ السلام کا پہلا لشکر ہوں

گے. امام جنگ کے لیے مکہ سے خارج نہیں ہوں گے تا اللہ تعالیٰ (کے اذن سے) لشکر سفیانی مکہ اور مدینہ کے درمیان زمین میں دھنس جائے اور یہ وہی لشکر ہے جو بھیجا جاتا ہے کہ حضرت مہدیؑ کی تحریک کو آگے بڑھنے سے روک دے۔ اس واقعے کے بعد امام اسلامی زمین کو طاغوتیوں اور اس کے اردو گرد جمع ہوئے مزدوروں سے پاک کرنے کی تحریک شروع کریں گے. امام، سفیانی اور اس کے نجس فوجیوں کے خلاف جنگ اور سرزمین مقدس کی آزادی کے لیے روانہ ہوں گے اور لوگ دستہ دستہ دین خدا میں داخل ہو جائیں گے.

آنحضرت کے ظہور کے دوران الٰہی امتحانات بہت ہوں گے۔ منجملہ دجال اور مغربی لشکر ہیں لیکن اللہ تعالی اپنے ولی حضرت مہدیؑ اور ان کے ہمراہ اصحاب کی نصرت اور انہیں دشمنوں پر فتحیاب کرے گا کہ دین الٰہی تمام ادیان پر فائز ہو جائے حتیٰ اگر مشرکین کو پسند نہ آئے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں وعدہ فرماتا ہے.[1]

آنحضرتؑ کے ظہور قریب ہونے کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ آسمان برسنے سے منع کرے گا (بارش نہیں ہوگی) ویسے ہی: شدید گرمی، شیعیوں میں اختلاف، فقہاء کی موت جن میں سے اکثر نجف میں قتل ہو جائیں گے، عراق کے معاشی محاصرہ (پابندیاں) جس طرح کے روایات میں ذکر ہیں حتیٰ کہ ایک درھم عراق سے لین دین نہیں ہوگا.[2] عراقیوں کو خانہ خدا کی زیارت سے منع کیا جائے گا اور جو انہیں منع کرے گا وہ روم (آجکل کے مغربی ملک) ہوں گے. جیسا کہ امام صادقؑ سے نقل کیا گیا جب اہل عراق کو مخاطب کرتے ہوئے انھوں نے فرمایا:

---

[1]۔ آنحضرتؑ اللہ تعالی کہ اس کلام کی طرف اشارہ فرمائے ہیں: «هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كلِّهِ وَلَوْ كرِهَ الْمُشْرِكونَ ».(وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس (دین) کو (دنیا کے) تمام دینوں پر غالب کرے۔ اگرچہ کافر ناخوش ہی ہوں) توبہ 33.

[2]۔ ابی نضرہ سے نقل ہوئی ہے کہ انھوں نے کہا: ہم جابر بن عبد اللہ کے ہاں موجود تھے، انھوں نے کہا: (عراق میں رہنے والوں پر ایسا دور آئے گا جس میں ایک درہم بھی ان کے ساتھ لین دین نہیں ہوگی...) . عمدہ ابن البطریق: ص 424؛ بحار الانوار: ج 51، ص 91؛ صحیح مسلم: ج 8، ص 184.

(... اس وقت حج سے منع کئے جائیں گے، زرعی محصولات کم ہوں گے اور زمینوں میں قحط سالی پڑے گی، مہنگائی اور حاکم کی ظلم پر مبتلا ہو جائیں گے اور تمہارے درمیان ظلم و تعدی (خلاف ورزی) بلاؤں اور وبا (بیماری) اور بھوک (غذائی قلّت) کے ساتھ ظاہر ہو جائیں گے اور فتنوں میں مبتلا ہوں گے).[1]

مساجد سجیں گی اور قرآن آراستہ کئے جائیں گے اور مسجد میں کھانا کھایا جائے گا. ایک سال ایک ماہ کی طرح اور ایک ماہ ایک ہفتہ کی طرح اور ایک ہفتہ ایک دن کی طرح اور ایک دن ایک گھنٹہ کی طرح گزرے گا. چار ہزار مسلمان جمعہ کے دن مسجد کوفہ میں عراقی حکام کے ہاتھ قتل ہو جائیں گے. مسجد کوفہ کی دیوار گرے گی. عراقی حکام اختلاف کا شکار ہو جائیں گے اور یہ اختلاف ان کی حکومت تباہ ہونے کا پہلی نشانی میں سے ہے اور لوگ اس حکومت پر طمع کریں گے. دم دار ستارے ظاہر ہوگا جس کی روشنی چاند کے نور جیسی ہے اور پھر ٹیڑھا ہوگا اس طرح کہ ستارے کا سر اس کی دم تک پہنچے گا. دیگر علامات درج ذیل ہیں: آسمانی ندا 23 کا دن رمضان کا مہینہ میں، سفیانی کا ظہور شام اور اردن میں اور شام اور فلسطین کے کچھ حصے پر اس کا قبضہ، اور شام میں ظہور سفیانی سے پہلے شامیوں میں حکومت پر اختلاف، سفیانی کا عراق میں داخل ہونا اور اس کے حکمران کا قتل کرنا، ماہ ختم ہونے سے 5 دن پہلے چاند گرہن کا واقع ہونا اور نیمہ رمضان میں سورج گرہن اور یہ دونوں علامات ایک ہی ماہ میں رونما ہونا.

آنخضرت علیہ السلام کے قیام کے سال میں، کوفہ میں سیلاب آئے گا. قیام کے سال میں آسمان سے 24 گھنٹے لگاتار بارش برسے گی اور اس کے آثار اور برکات زمین میں دیکھائی دیں گے، نخلوں میں کھجور خراب ہوں گی اور بعض روایات میں آیا ہے کہ درختوں پر لگے پھل سڑیں گے.[2] حجاز میں آگ کا ظاہر ہونا اور آسمان میں آگ کا ظاہر ہونا اور ویسے ہی آسمان میں سرخی کا ظاہر ہونا، زوال (ظہر) کے وقت سورج کا رکنا، جنگوں اور فتنوں میں بغداد کی خرابی، بصرہ کی ویرانی، آنخضرت علیہ السلام کا ذکر زبانوں پر ظاہر ہونا، ایک فرد

---

[1] - امالی مفید، ص 64؛ بحار الانوار، ج 47، ص 122.

[2] - ابی عبد اللہ علیہ السلام سے روایت ہوئی ہے کہ انھوں نے فرمایا: (قائم علیہ السلام کے قیام کے سال میں درختوں پر پھلوں اور کھجور سڑ جائیں گے اور اس سے شکایت مت کرنا). ارشاد، ج 2، ص 377.

(odd) سال میں آنحضرت کا خروج، کعبہ میں رکن و مقام کے درمیان نفس زکیہ کا قتل ہونا، اور ان نشانیوں کے بعد پندرہ یا اس سے کم دنوں میں قیام کریں گے.

ان کے قیام کے بعد کچھ اور علامات رونما ہوں گے جو ان علیہ السلام کے ظہور کی دلیل ہے منجملہ، بیداء میں لشکر سفیانی کا زمین میں دھسنا، مکہ و مدینہ کے درمیان اور ممکن ہے آسمانی ندا ان کے ظہور اور امام علیہ السلام کے قیام کے بعد واقع ہو جائے تاکہ امام کی حقانیت پر دلالت کرے، علی الخصوص کہ منادی، آسمان میں جبرائیل ہے.

یہ نشانیاں کچھ چیزیں ہیں جو کہ ائمہ علیہم السلام کی احادیث میں مذکور ہیں اور اللہ تعالیٰ زیادہ علم رکھتا ہے ہمارے پاس علم کا چھوٹا سا حصے کے سوا کچھ نہیں جو اللہ سبحان سے علم بڑھانے کی تقاضا کرتے ہیں!

والسلام علی حجۃ اللہ فی ارضہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ.

والسلام على حجة الله فى أرضه و رحمة اللـــه و بركاته

اور سلام ہو حجت خدا پر ان کے زمین میں اور اللہ کی رحمت اور برکات ان کے شامل حال ہو جائے.

والسلام على المؤمنين و المؤمنات و رحمة الله و بركاته.

اور سلام ہو مؤمنین اور مومنات پر اور اللہ کی رحمت و برکات ان کے شاملِ حال ہو.

«رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ».[1]

پروردگار ہم ان تمام باتوں پر ایمان لے آئے جو تو نے نازل کی ہیں اور تیرے رسول کا اتباع کیا لہٰذا ہمارا نام اپنے رسول کے گواہوں میں درج کرلے)

«رَبَّنَا لا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ».[2]

(ان کا کہنا ہے کہ پروردگار جب تو نے ہمیں ہدایت دے دی ہے تو اب ہمارے دلوں میں کجی نہ پیدا ہونے پائے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما کہ تو بہترین عطا کرنے والا ہے)

---

[1] -آل عمران، 53.

[2] -آل عمران، 8.

«بِسمِ اللہ الرَّحمنِ الرَّحیم * إِنَّ اللّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْداً عَلَيْهِ حَقّاً فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللّهِ فَاسْتَبْشِرُواْ بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ* التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدونَ الآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللّهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ».[1]

(بیشک اللہ نے صاحبانِ ایمان سے ان کے جان و مال کو جنّت کے عوض خرید لیا ہے کہ یہ لوگ راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں اور دشمنوں کو قتل کرتے ہیں اور پھر خود بھی قتل ہو جاتے ہیں یہ وعدہ برحق توریت, انجیل اور قرآن ہر جگہ ذکر ہوا ہے اور خدا سے زیادہ اپنی عہد کا پورا کرنے والا کون ہوگا تواب تم لوگ اپنی اس تجارت پر خوشیاں مناؤجو تم نے خدا سے کی ہے کہ یہی سب سے بڑی کامیابی ہے* یہ لوگ توبہ کرنے والے, عبادت کرنے والے, حمد پروردگار کرنے والے, راہِ خدا میں سفر کرنے والے, رکوع کرنے والے, سجدہ کرنے والے, نیکیوں کا حکم دینے والے برائیوں سے روکنے والے اور حدود الٰہیہ کی حفاظت کرنے والے ہیں اور اے پیغمبر آپ انہیں جنّت کی بشارت دیدیں)

گنہ کار تقصیر کار

احمد الحسن

1420ھ.ق[2]

---

[1] - توبہ، 111-112.

[2] - 1378 ہجری شمسی (A.D 2000).